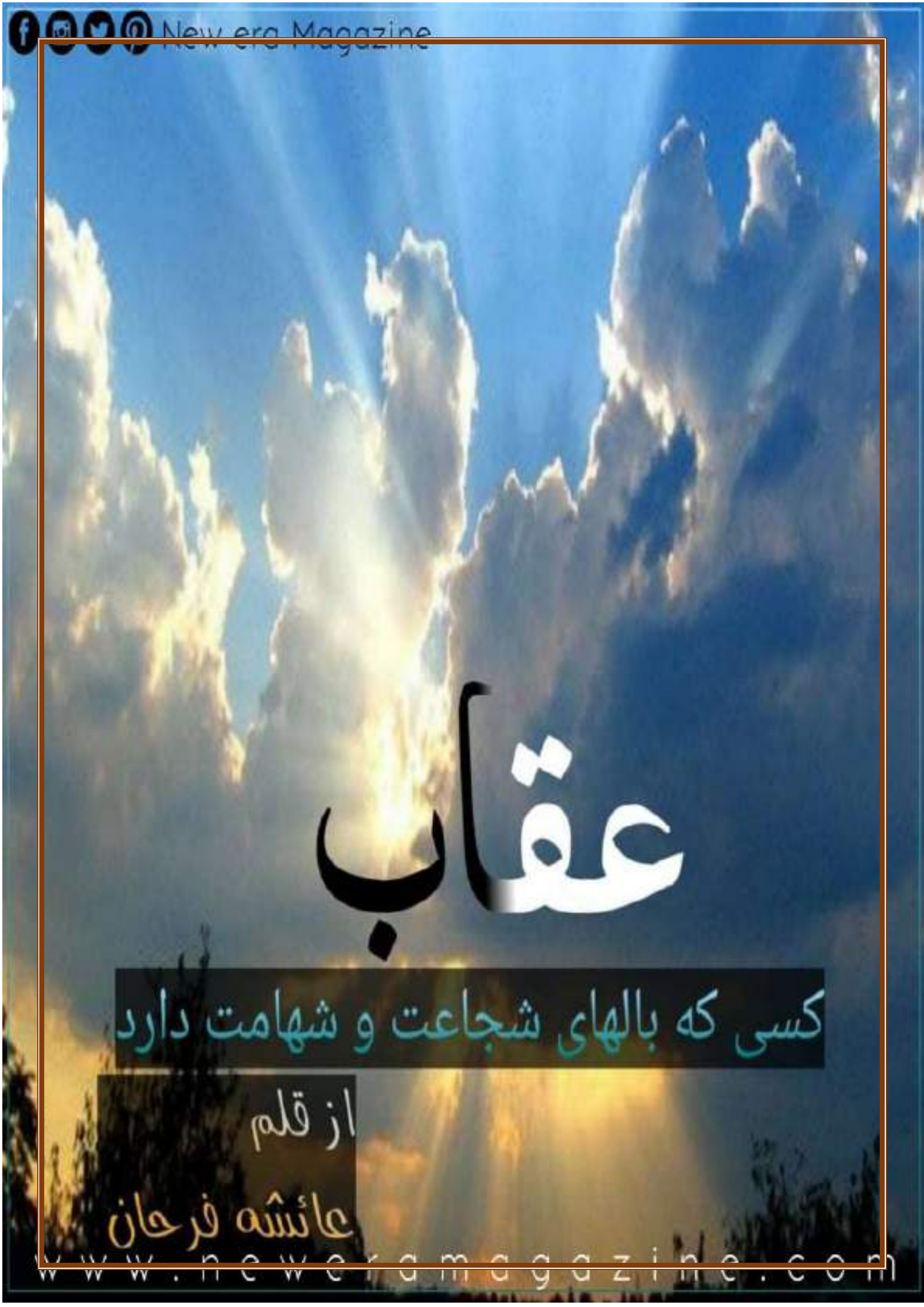
New era Magazine
عقاب
کسی که بالهای شجاعت و شهامت دارد
از قلم
عائشہ فرحان
www.neweramaggazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقاب

از عائشہ فرحان

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

وہ ایک لمحہ بھی رکے بغیر تیز تیز چلتی اسٹیج پر پہنچی جہاں سر فصیح ہاتھ میں سرٹیفکیٹ لیے اسکا انتظار کر رہے تھے۔ ”شکریہ مس زمل جو کچھ بھی آپ نے ہمارے انسٹی ٹیوٹ کے لیے کیا“ اور یہ وہ جملہ تھا جو وہ ہر اُس شخص کو بول رہے تھے جو سرٹیفکیٹ وصول کرنے آرہا تھا۔

زمل نے تھکی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں دیکھ کر سرٹیفکیٹ تھاما اسکی نظر نیچے کھڑی کو براپر پڑی جو سینے پر ہاتھ باندھے اسے فاتحانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ زمل سر فصیح کی جانب مڑی اور ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی ”نہ تو مجھے آپ کے شکریہ کی ضرورت ہے نہ ہی اس سرٹیفکیٹ کی۔“

زمل بولتی سرٹیفکیٹ وہی ٹیبل پر رکھتی اسٹیج سے اتر گئی سر فصیح ہکا بکا کھڑے اسے دیکھتے رہے۔ باقی سب کی حالت بھی ان کے جیسے ہی تھی حیران پریشان کہ اسٹیج کے سائیڈ میں کھڑے ارسل نے تالی بجائیں تو سب نے پلٹ کر اسکی جانب دیکھا سوائے اسکے جو آنکھیں رگڑتی مین گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

-----*--*--*--*

کیا میں نے اس خاک داں سے کنارا

جہاں رزق کا نام ہے آب ودانہ

بیاباں کي خلوت خوش آتي ہے مجھ کو

ازل سے ہے فطرت میري راہبانہ

نہ باد بہاري، نہ گلچیں، نہ بلبل

نہ بیماري نغمہ عاشقانہ

خیابانیوں سے ہے پرہیز لازم

ادائیں ہیں ان کي بہت دلبرانہ

ہوائے بیاباں سے ہوتي ہے کاري

جواں مرد کي ضربت غازیانہ

حمام و کبوتر کا بھوکا نہیں میں

کہ ہے زندگی باز کي زاہدانہ

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

یہ پورب، یہ پچھم چکوروں کی دنیا

مرا نیلگوں آسماں بیکرانہ

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں

کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ

(علامہ اقبال)

انکی پروازوں نے ایک بار پھر ماحول میں ارتعاش پیدا کر دیا تھا۔

یہ ٹریننگ کمبیٹ مشن سمیولیٹ simulate کرتی تھی اصل جنگی مشن سے کہ اگر دشمنوں کی حدود میں جا کر ہدف کو نشانہ بنانا پڑ جائے تو یہ کس طرح سر انجام دیا جائے گا یا وہ اگر آپکی حدود میں آ جائیں تو انہیں کس طرح روکا جا سکتا ہے۔

مشن کے بعد انکی ڈیپ بریفنگ ہوتی تھی جس میں ان کے جیٹ کی ایک ایک حرکت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انہیں انکی غلطیاں بتائیں جاتی تھیں۔ تاکہ وہ ہر آنے والے دن میں خود کو پہلے سے بہتر بنا سکیں۔

ان سب نے الگ الگ ٹیک اوف کیا تھا وہ سب جانتے تھے انہیں اپنا اپنا کردار کس طرح سے ادا کرنا ہے۔ ساتھ وہ اپنے ساتھیوں اور کنٹرول روم سے بھی رابطے میں تھے۔

آج بادل تہہ در تہہ آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ ایسے میں اگر انکے جیٹ دیکھو تو لگتا تھا کہ جیسے وہ تہہ آب میں تیرتے آگے بڑھ رہے ہوں اور فضائیں انکی شجاعت کی نغمہ پروری کرنے میں مگن ہوں۔

فرجاد نے کمانڈ دی تو آرزو اور وہ دونوں تھوڑا نیچے آئے انکے جیٹ ایک دوسرے سے فاصلے پر تھے۔ کچھ دور ہی وہ جگہ تھی جہاں انہیں اپنا پہلا ہدف حاصل کرنا تھا۔ وہ ٹرینگ مشن میں پراکٹس بم استعمال کرتے تھے۔

"Roger 1 and 2 coming towards target" روجر ایک اور دو ہدف کی جانب بڑھ رہے ہیں" کنٹرول روم میں بیٹھے شخص کی آواز کانوں میں گونجی۔

"سر وہ تیزی سے ہدف کی جانب جا رہے ہیں" وردہ نے مائک کے زریے ثوبان سے کہا وہ دونوں اس جگہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھے لیکن ریڈار اسکرین پر نظر جمائے وہ فرجاد اور آرزو کے جیٹ کہاں ہیں اندازہ لگا سکتے تھے اور کنٹرول روم سے بھی انہیں

اطلاع مل رہی تھی۔

جزیل سوہا اور ولی وہاں قریب کہیں نظر نہیں آرہے تھے مطلب کہ وہ interceptersتھے(رکاوٹ ڈالنے والے).

اس سے اگر کنٹرول روم کا جائزہ لیا جائے تو وہاں الگ الگ طرح کی اسکرینز لگی تھیں جہاں وہ سب بیٹھے اسکرینز پر نظریں جمائے باریکی سے ان سب کی حرکات کا جائزہ لے رہے تھے۔جو defender'sکی ٹیم میں تھے وہ انہیں ھدایت دے رہے تھے اور جو aggressor'sکی ٹیم میں تھے وہ انہیں ھدایت دے رہے تھے۔

''ہم انہیں سینڈوچ کر دیں گے''ثوبان نے پوری رفتار سے آگے بڑھتے ہوئے وردہ سے کہا۔

''شیور سر''وہ سمجھ گئی تھی انہیں کیا کرنا ہے۔

فرجاد اور آرزو کے جیٹ اب قریب قریب تھے۔''سر مجھے لگتا ہے وہ ہمیں سینڈوچ کرنے کی کوششوں میں ہیں''آرزو نے مائک کے ذریعے فرجاد سے کہا۔

''یہ مس ایڈونچر انہیں بھاری پڑے گا''فرجاد نے کہہ کر ساتھ اسے کچھ کمانڈ دیں اب

وہ پوری رفتار سے آگے کی جانب تھے۔

دیکھنے میں ایسا لگ رہا تھا جیسے فرجاد ہدف کی جانب ہو اور جیسے ہی وہ نیچے کی جانب بڑھا اسکے پیچھے وردہ بھی پوری رفتار سے آگے بڑھی پیچھے سے اب ولی اور سوہا بھی آ گئے تھے۔

لیکن اصل میں یہ ہدف آرزو نے لینا تھا اور یہ چکمہ انہیں جان کر دیا تھا۔ آرزو پہلے پوری رفتار سے اوپر کی جانب گئی اور اسی طرح ہدف کی طرف بڑھی لیکن وہ ہدف لیتی اس سے پہلے وہاں ثوبان اور جزیل پہنچ گئے تھے۔ یہ ہدف اسکا مس ہو چکا تھا پانچ میں سے اب چار بچے تھے۔ اب وہ ہلکی رفتار میں آگے بڑھ رہی تھی۔ سامنے سے ثوبان دوسری جانب جا رہا تھا۔

انکے کاک پٹ آمنے سامنے ہوئے تو ثوبان نے پہلے انگوٹھا اوپر کر کے اسے تھمز اپ کیا اور پھر نیچے کر کے تھمز ڈاؤن کیا۔ آرزو نے ایک نظر میں دیکھ لیا تھا۔

"یو ٹرائے ویل" فرجاد کی آواز کانوں میں گونجی تو وہ کچھ سکون میں آئی۔

اس بار ہدف کی جانب فرجاد بڑھا تھا آرزو نے سب کو انگیج کیا اور فرجاد نے مطلوبہ جگہ

پرپراکٹیس بم پھینک کر ہدف حاصل کر لیا تھا۔

اگلی بار بھی فرجاد ہی آگے بڑھا لیکن ولی کی پھرتی نے اسے ہدف لینے نہ دیا۔اب کنٹرول روم میں بھی ہلچل تھی۔کیونکہ جیتنے کے لیے بقیہ دونوں ہدف حاصل کرنے ضروری تھے ایک بھی مس ہوا تو جیت defender's کی تھی۔

ایک بار پھر فرجاد ہدف کی جانب تھا لیکن سوہا اور ثوبان اسے بھرپور طریقے سے intercept کر رہے تھے۔یہ احساس جیسے ہی آرزو کو ہوا اسنے ایک سیکنڈ کے لیے آنکھیں بند کیں اور وہ ہی قول دوہرایا۔

Once we accept our limits we go beyond them

فوراً اسنے اپنا رخ مطلوبہ جگہ کی طرف کیا اور تیزی سے آگے بڑھی اتنی کہ وہ لمٹ سے زیادہ لو فلائی کر گئی لیکن اسنے بالکل نشانے پر ہدف لیا۔

اسکے کانوں میں فوراً آواز گونجی تھی۔"don't do this again" فرجاد اور کنٹرولر دونوں نے ایک ہی بات کہی تھی اور یہ وہ بھی جانتی تھی کہ اب بریفنگ میں اسکی کلاس ہونے والی ہے اتنی لو پر جانے کی وجہ سے لیکن پھر بھی اسے ہدف پورا

کرنے کی الگ ہی خوشی تھی۔

جیت اور ہار کا انحصار اب آخری ہدف پر تھا۔

کنٹرول روم میں بھی ایک ہلچل سی مچی تھی۔سب پوری توجہ سے انہیں سمجھا رہے تھے کہ کس طرح آگے بڑھنا ہے۔

اس بار آرزو آگے بڑھی تھی لیکن ولی اور ثوبان اسے intercept کرنے میں کامیاب دکھائی دے رہے تھے۔

فرجاد نے اپنا جیٹ پوری رفتار سے ہدف کی جانب کیا لیکن وہ نشانہ لگاتا اس سے پہلے جزیل وہاں intercept کرنے موجود تھا۔

لیکن تھوڑی دیر میں ہی جزیل اب وہاں سے جا چکا تھا۔جیسے فرجاد کو نشانہ لگانے کے لیے کھلی جگہ دی دی ہو حیرانگی تو اسے بھی ہوئی لیکن وقت ضائع کیے بنا وہ نشانہ لگانے آگے بڑھا اور اسکے نشانہ لگاتے ہی کنٹرول روم میں انکے ساتھیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی سب نے بلند آواز اللّٰہ اکبر کا نارا لگایا۔

لینڈنگ کے بعد وہ ایک بار پھر آمنے سامنے تھے۔آرزو کی خوشی اسکے چہرے سے ہی

جھلک رہی تھی۔ وردہ اور ثوبان کو چڑانا اسنے ابھی بعد کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ سب جزیل سے خفا تھے سب ہی جانتے تھے اسنے جان کر کیا تھا۔

''تم سے مجھے یہ امید نہیں تھی جزیل میدانِ جنگ میں دوست مدِ مقابل ہو تو وہ بھی دشمن ہی ہوتا ہے۔'' فرجاد سینے پر بازو باندھے اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

جزیل کے چہرے پر دلکش سی مسکراہٹ آئی وہ ان میں سے تھا جو جب مسکراتے ہیں تو ان کے لبوں کے ساتھ انکی آنکھیں بھی مسکراتی ہیں۔ ''سر آپ بے شک میرے مدِ مقابل ہی کیوں نہ آجائیں میں دوشن آپ کو کبھی مان ہی نہیں سکتا'' اسنے کہہ کر پنجہ لڑانے والے انداز میں ہاتھ آگے کیا۔

اسکے لہجے سے ہی فرجاد کے لیے خلوص اور پیار واضع ہو رہا تھا۔ وہاں کھڑے سب مسکرا دیے انکے گلے جھاگ کی مانند غائب ہو گئے تھے۔

فرجاد نے فوراً اسکا ہاتھ تھام کر اس کو گلے لگایا۔ ''تمہاری دوستی کا آج ایک قرض چڑھ گیا مجھ پر زندگی نے موقع دیا تو اسے میں ضرور پورا کروں گا'' وہ محبّت سے سرشار لہجے میں بولا تھا۔

''میں ایسا کوئی موقع آپ تک آنے ہی نہیں دونگا'' وہ گلے لگے لگے ہی بول رہا تھا پھر وہ الگ ہوا اور ایک نظر سب پر ڈالی ''تو پھر سر فرجاد کے ساتھ وہ کیا جائے جو جیتنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے'' اسکے کہتے ہی ولی ثوبان اور کریو چیف آگے بڑھے اور ان سب نے اسے اٹھا کر اچھالنا شروع کیا سب کے ہنستے پُررونق چہرے زندگی کا پتا دے رہے تھے لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ آنے والے دن کس قدر کٹھور ثابت ہونے والے ہیں۔

-----*--*---*---*

دھوپ کچھ کم ہوئی تو وہ صحن میں چلی آئی ایک ہاتھ میں اخبار اور دوسرے میں ہائی لائٹر لیے نشان لگانے میں وہ قدر مگن تھی جیسے آس پاس کیا ہو رہا ہو اسے کوئی ہوش نہیں۔ یا پھر یہ اشارہ تھا کہ وہ اس وقت کسی سے بھی بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔

پودوں میں پانی دیتی پلوشہ بغور اسے دیکھ رہی تھی وہ یہ بھی جانتی تھی کہ زمل اس وقت بات نہ کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہی ہے۔

لیکن پھر بھی وہ پانی کا کین ایک طرف رکھتی اسکے پاس بیٹھی۔ پلوشہ نے زمل کے آگے سے اخبار ہٹایا تاکہ وہ اسکا چہرہ دیکھ سکے۔

''کیا مسئلہ ہے'' وہ فوراً غصّے سے بولی۔

''آپی۔۔آپی آپ نے پھر جاب چھوڑ دی؟'' وہ حیرت سے زمل کی شکل دیکھ رہی تھی۔

''اب جب تم میری ساری باتیں کان لگا کر سن ہی چکی ہو تو یہ بھی پتا چل گیا ہو گا کہ جاب میں نے چھوڑی نہیں ہے۔انہوں نے نکالا ہے یہ کہہ کر کہ میری ضرورت اب نہیں رہی میں اپنی تنخواہ لے کر گھر بیٹھ جاؤں''

وہ منہ بسور کر بولی۔۔اسے کال سن کر کوئی دھچکا نہیں لگا تھا یہ سب تو وہ پہلے ہی سے جانتی تھی آخر اسنے سب کے سامنے ڈائریکٹر کو سرٹیفکیٹ واپس کیا تھا۔

''پھر بھی آخر آپ ایسا کرتی کیا ہیں؟ یا تو خود نکل جاتی ہیں یا نکال دی جاتی ہیں۔اور یہاں تو دن رات ایک کر کے اتنی محنت کی تھی۔''

وہ افسوس سے زمل کو دیکھ رہی تھی اتنے دنوں بعد اتنی اچھی جاب ملی تھی کہ شام کا سنٹر بھی نہیں جانا پڑ رہا تھا۔اب پھر دو دو جگہ کام کرنا ہو گا۔

''سنو بی میں نے ایسا کچھ نہیں کیا بس میں حق کی بات کرتی ہوں وہی سب کو بری لگ

جاتی ہے"۔۔زمل نے گہری سانس لی پلوشہ اسے تعجب سے دیکھ رہی تھی۔"خیر یہ چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ ہادی کہاں ہے؟دو دن سے شکل نہیں دیکھی اسکی۔"اسنے ایک بار پھر اخبار ہاتھ میں لیا ہمیشہ کی طرح بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے قید کیا ہوا۔چہرہ بالکل سادہ لیکن آج وہاں زمانے بھر کی تھکن نظر آرہی تھی۔

پلوشہ کچھ دیر اپنی بہن کا جائزہ لیتی رہی پھر سر جھٹک کر گویا ہوئی۔"وہ ہمیں ہی اتنا کم نظر آتے ہیں دو ٹیوشن پڑھانے کیا جاتے ہیں لگتا ہے ہم پر احسان کرتے ہیں آتے ہی حکم چلانا شروع کردیتے ہیں"وہ بولتے بولتے زمل کے پاس والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ اسنے دونوں ہاتھوں سے کرسی کے کونے پکڑے اور ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے پھر بولی۔

"چلو خیر ہے توڑے ہی دن کے تو مہمان ہیں"زمل نے بغصہ اسکی طرف دیکھا۔"کیا فضول بول رہی ہو؟وہ کیوں مہمان ہوگا؟"

"ہاں ناں کل کو جب انکی شادی ہو جائے گی تو آپکو کیا لگتا ہے وہ یہاں رہیں گے؟ کبھی نہیں اپنی دلہن یعنی ہماری بھابی رانی کے ساتھ کہیں اڑن چھو ہو جائیں گے"

زمل نے اخبار رول کر کے اسکے سر پر مارا۔"کتنا فضول بولتی ہو تم سے بڑا ہے وہ"

پلوشہ نے منہ بنایا "بس دو سال"۔

"جو بھی ہے اور ویسے بھی اس سے پہلے تم رخصت ہو گی یہاں سے" زمل کی بات پر پلوشہ نے بتیسی نکالی "اور مجھ سے پہلے آپ"

"اففف میرا سر نہ کھاؤ جاؤ جا کر دیکھو کچن میں امی اور حریم کی مدد کرو" وہ بے زاری سے بولتی واپس اخبار اٹھا چکی تھی۔

"کیا بات ہے شرما گئی دیکھو تو گلابو کو" وہ اٹھتے اٹھتے بھی باز نہیں آئی۔ زمل بس اسے گھورتی رہ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

*---** ---** ---** ---**

شام میں وہ دونوں گروسری اسٹور میں داخل ہوئیں۔ وردہ کا بالکل موڈ نہیں تھا آج کہیں جانے کا لیکن آرزو اسے زبردستی لے کر آئی تھی کہ کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا ہے۔

وہ دونوں سامان لیتی کاؤنٹر کی جانب بڑھیں تو دیکھا وہاں ثوبان پہلے ہی کھڑا تھا وہ دونوں بھی اسی کاؤنٹر پر آ گئیں۔

''آج تو لگتا ہے گروسری ڈے ہے'' وردہ ہنس کر بولی۔

''ہاں بھئی جیتنے کے بعد شوپنگ کا تو اپنا ہی مزہ ہے'' آرزو مسکراہٹ چھپاتی جتانے والے انداز میں بولی۔

کاؤنٹر پر سامان رکھتا ثوبان کا ہاتھ رکا وردہ نے کچ نگاہ آرزو پر ڈالی۔

برا تو ثوبان کو بھی لگا تھا آخر اسنے اتنے اعتماد سے جیت کا اعلان کیا تھا لیکن ایسا ہو نہیں سکا تھا اور پھر اس طرح آرزو کا جتانا۔۔''یہ کیا آپ خود ہی کھا پی کر خود ہی سے سلیبریٹ کرتی ہیں مس وش'' وہ اپنے احساسات چھپاتے طنزیہ انداز میں گویا ہوا۔

آرزو کو ثوبان کا اس طرح اسے الگ الگ ناموں سے پکار نا زہر لگتا تھا لیکن اسنے بھی جذبات پر قابو رکھ کر لب بھیجتے ہوئے باسکٹ سے ایک چپس کا پیکٹ نکال کر اسکی جانب بڑھایا۔ ''نہیں نہیں میں دشمنوں۔۔میرا مطلب ہے دوستوں کو نہیں بھولتی یہ آپ کے لیے'' وہ پیکٹ بڑھاتے بڑھاتے رکی

''جب کہ ایک کیوں آپ تو تین لیں اور وردہ یہ لو تم بھی دو لیلو آخر ہمارا تین اور دو کا ہی تو مقابلہ رہا تھا ناں'' وہ مسکراہٹ دبائے دونوں کی جانب باسکٹ میں سے چیزیں

نکال کر بڑھا رہی تھی۔اور وہ دونوں ہاتھ باندھے غصیلی نگاہوں سے اسے گھور رہے تھے۔

''اچھا نہیں چاہیے؟''وہ کہتی پیچھے ہوئی تو ایک لڑکی سے ٹکرا گئی اس لڑکی کے ہاتھ سے باسکٹ چھوٹی اور سارا سامان اسکا زمین پر بکھر گیا۔

''آئی ایم سوسوری میں نے جان کر نہیں کہا''آرزو بولتی جلدی سے جھکی کہ اسکی مدد کروادے اور وہ لڑکی جو زمین بوس ہوئے سامان کو دیکھ رہی تھی اسکے کالے سلکی بال کھلے چہرے پر تھے۔اسنے سر اوپر کیا تو چہرہ واضع ہوا بالوں پر اسنے گلاسس ٹکائے ہوئے گوری رنگت پر چھوٹی چھوٹی سیاہ آنکھیں کھڑے نین نقش وہ خاصی جاذب نظر تھی۔

''ارے نہیں نہیں آپ کی کیا غلطی میں ہی غلط کھڑی تھی آپ رہنے دیں میں اٹھا لیتی ہوں''وہ بولتی آرزو کی مدد کروانے لگی۔

''اقصیٰ آپ؟''وردہ کے بولتے ہی وہ اٹھی اور بہت اپنائیت سے اس سے ملی۔۔''آپ کتنے دنوں بعد نظر آرہی ہیں کہاں مصروف تھیں؟''وہ لڑکی وردہ سے مل کر اپنا سامان بھول گئی جو آرزو ابھی تک چن چن کر باسکٹ میں رکھ رہی تھی ثوبان بیٹھا اسکی مدد

کروانے کے لیے لیکن توجہ دونوں کی اقصیٰ اور وردہ کی طرف تھی۔

''آپ کو تو پتا ہی ہے اقصیٰ ہماری ڈیوٹی اور ٹائمنگ کا''

وردہ اسکا ہاتھ پکڑے بول رہی تھی۔

''ہاں یہ تو۔۔'' پھر کچھ یاد آنے پر جیسے پلٹی لیکن وہ دونوں سامان اٹھا کر اسکا کاؤنٹر پر رکھ چکے تھے۔

''آئی ایم سوری میں باتوں میں بھول ہی گئی تھی'' وہ شرمیدہ ہوئی لیکن پھر فوراً سنبھل کر بولی۔ ''آپ تینوں ساتھ ہیں؟ اسنے وردہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''ہاں میں ملوانا تو بھول ہی گئی تھی یہ اقصیٰ ہیں۔۔ان سے میری اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی کبھی پارک میں کبھی اسٹور میں ہماری اچھی دوستی بھی ہو گئی تھی لیکن پھر بیچ میں۔۔میں انہیں نظر نہیں آئیں اور یہ مجھے'' وردہ کے بولتے ہی آرزو نے اس سے مصافحہ کیا ثوبان نے سر کے خم سے سلام کیا۔۔

''مطلب۔۔ مطلب آپ دونوں بھی پائلٹ ہیں؟'' وہ پر جوش ہوئی۔

''جی ایسا ہی سمجھ لیں'' ثوبان نے سر ہلایا۔

''پتا ہے مجھے پائلٹس کتنے پسند ہیں۔۔مجھے تو وردہ بھی اسی لیے اتنی اچھی لگیں اور آپ دونوں کو تو دیکھ کر کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ آپ کا تعلق فورس سے ہے۔آپ دونوں کے کھڑے ہونے کا انداز بول چال۔۔''وہ بولنے پر آئی تو چپ ہی نہیں ہوئی اب وہ سب ہاتھوں میں شوپر لیے اسٹور کے باہر چل رہے تھے۔

''اچھا۔۔ویسے آپ کیا کرتی ہیں؟''ثوبان نے چلتے چلتے پوچھا۔

اسنے رک کر ثوبان کی جانب دیکھا۔وردہ اور آرزو تھوڑا پیچھے تھیں۔''میرا تو بچپن ہی سے فیشن ڈیزائنر بننے کا شوق تھا اور میرے گھر والوں نے میری مرضی کو فوقیت دی اور نہ بھی دیتے تو میں نے کرنا وہی تھا جو میرے دل کی خواہش تھی مجھے ناشروع ہی سے اپنی مرضی منوانے کی عادت ہے اور ویسے بھی مجھے ڈری سہمی لڑکیاں تو ایک آنکھ نہیں بھاتیں''وہ اپنے انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر بول رہی تھی۔

وہ سب ہی رکے ہوئے تھے ثوبان سینے پر ہاتھ باندھے اسے دلچسپی سے سن رہا تھا''ہاں مجھے بھی لڑکیاں بہادر ہی پسند ہیں جیسے آپ۔۔۔اور ویسے بھی اب معصوم لوگوں کا دور گیا اب اگر معاشرے کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا ہے تو انسان کو ہوشیار بننا چاہیے اور اس میں کوئی برائی بھی نہیں''اسکے باتوں پر وردہ اور آرزو اسے حیرت سے

دیکھ رہیں تھیں وہ جانتا تھا لیکن فکر اسے فی الحال نہیں تھی۔

''کل تک تو انہیں معصوم سی بھولی بھالی لڑکی کی تلاش تھی'' وردہ نے آرزو کے کان میں سرغوشی کی۔

''ہاں بڑی جلدی سر نے خود کو اپ گریڈ کیا ہے'' آرزو نے اسی طرح اس سے کہا۔

ثوبان نے محسوس کر لیا تھا ساتھ یہ بھی سوچ لیا تھا کہ ایک لیکچر تو انہیں بعد میں دینا پڑے گا کہ چار لوگ کھڑے ہوں تو دو آپس میں اس طرح گفتگو نہیں کرتے۔

''وہ ہی ناں'' ثوبان کی بات پر اقصیٰ نے فوراً کہا تھا۔

وہاں دور دور پھل سبزی کے ٹھیلے کھڑے تھے جہاں لوگ رکتے کچھ لیتے اور آگے بڑھ جاتے۔

''اچھا ایک بہت شاندار سا شعر بالخصوص آپ لوگوں کے لیے میرے دماغ میں آ رہا ہے'' اسنے جیسے یاد آنے والے انداز میں سر پر ہاتھ مارا اور وہ تینوں دل چسپی سے اسے دیکھنے لگے۔

''ضرور ضرور'' ثوبان کے کہنے پر اقصیٰ گلا صاف کرنے لگی ''تو عرض کیا ہے۔۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر

تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں''

اسنے بہت ہی لہک کر وہ پڑھا تھا ساتھ اسکا اشارہ آسمانوں کی جانب تھا اور وہ تینوں بھی اسی طرف دیکھنے لگے پھر وہ اسکی طرف مڑے۔۔

انہیں تو امید تھی کہ شاید وہ کوئی الگ سا شعر سنائے گی لیکن یہ تو علامہ اقبال کا وہ شعر تھا جو وہ اکثر ہی سنتے اور پڑھتے تھے۔ پھر بھی انہوں نے اسکا دل رکھنے کے لیے واہ واہ کی۔

''تھا ناں موٹیویشنل ؟'' وہ چٹکی بجاتی شوخی سے بولی

''بالکل بالکل میرا تو تالیاں بجانے کا دل تھا لیکن یہاں لوگوں کا ہجوم دیکھ کر رہ گئی''

وردہ نے اپنی مسکراہٹ پر قابو رکھتے ہوئے بولا آرزو نے اسے کونی ماری۔۔

''خیر یہ سب چھوڑیں یہ بتائیں آج کل کیا مصروفیات ہیں ؟'' ثوبان نے پانی کی بوتل لبوں سے لگاتے ہوئے پوچھا وہ ایک بار پھر چلنا شروع ہو گئے تھے۔

اس سوال پر اقصیٰ کے چہرے پر خوشگواریت کے تاثرات نمایا ہوئے۔۔

''آج کل بس شادی کی تیاریاں۔۔'' اسکی بات پر وردہ نے فوراً پوچھا ''کس کی شادی

کی؟"

"میری اور کس کی؟" وہ پھر چہک کر بولی ثوبان کے منہ سے پانی یکدم باہر آیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اسنے فکرمندی سے ثوبان کو دیکھا۔

"نہیں کچھ نہیں ہوا بس ذرا سا جھٹکا میرا مطلب ہے ٹھسکا لگا ہے" وردہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی اور ثوبان نے اسے گھورا۔

"اوہ اچھا اچھا۔۔وردہ میں آپ کو اپنی شادی کا کارڈ میسج کروں گی آپ ان دونوں کو بھی ساتھ لے کر آیئے گا" اقصیٰ سمجھنے والے انداز میں بولی۔

"جی جی ہم تینوں ضرور آئیں گے" آرزو نے تینوں پر زور دیا۔

"اچھا یہ سامنے میرا گھر ہے آپ آجائیں میں کافی پلاتی ہوں" اسنے کونے کے گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنائیت سے کہا۔

"نہیں بہت بہت شکریہ مگر وہ کیا ہے ناں کہ آج آرزو نے ہمیں ہائی ٹی کی دعوت دی ہوئی ہے اپنے جیتنے کی خوشی میں" ثوبان نے جملہ چبا چبا کر ادا کیا۔

آرزو بھی اسے ابرو اچکا کر دیکھ رہی تھی کہ کون سی ہائی ٹی۔۔

’’سہی پھر کسی دن‘‘اور پھر اقصیٰ مسکراتی ہوئی الوداعی کلمات ادا کرتی اپنے گھر کی طرف چلی گئی۔

’’ہائے یہ اچھے لوگوں کی بہت بری عادت ہوتی ہے کہ وہ جلد ہی شادی کر لیتے ہیں‘‘ وردہ کے انداز میں شرارت تھی۔

ثوبان نے اسے گھورا’’خیر یہ بتاؤ سامنے والا کیفے سہی رہے گا ہائی ٹی کی دعوت کے لیے؟‘‘ثوبان نے روڈ کے سامنے بنے کیفے کی طرف اشارہ کیا۔

’’کون سی دعوت؟ ہمم؟‘‘وہ سوالیہ نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی۔

’’آپ نے ہی تو کہا کہ اپنی جیت سلیبریٹ کرتی ہوں۔۔اب مکر رہی ہیں آپ مس ارمان‘‘وہ چڑانے والے انداز میں گویا ہوا۔

آرزو نے غصّے سے لب بھیچے’’ٹھیک ہے ٹریٹ میری طرف سے لیکن پلیز مجھے میرے نام سے بلائیں میرے نام کے معنوں سے نہیں‘‘وہ بہت ہی عاجز ہو کر بولی تھی۔

ثوبان صرف مسکرادیا’’دیکھا جائے گا‘‘

ابھی وہ لڑتے جھگڑتے کیفے کی طرف جارہے تھے کہ وردہ کے کہنے پر ان سب سیدھے

ہاتھ کی گلی میں دور کھڑے سبزی کے ٹھیلے کی جانب دیکھا۔"رومیسہ بھابی"۔

وہ بولتے ہی فوراً تیز چلتی ہوئی اسکے پاس گئی رومیسہ جو سبزی شوپر میں رکھ کر پیسے آگے بڑھا رہی تھی اسکی آواز پر اسکے ہاتھ سے شوپر چھوٹا۔

"اوہ معاف کریں شاید میری آواز پر آپ ڈر گئیں" وردہ نے بول کر اسکی سبزیاں اٹھا کردیں۔"آج گروسری ڈے کے ساتھ ساتھ چیزیں گرنے کا بھی دن ہے"اسنے کھڑے ہو کر آرزو سے آہستہ سے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔آپ تینوں یہاں؟"وہ جیسے انہیں وہاں دیکھ کر حیران ہوئی۔

"جی بس اسٹور تک گئے تھے۔اب کافی پینے کا ارادہ ہے۔آپ بھی آجائیں آج ویسے ہی ٹریٹ میری طرف سے ہے۔"آرزو نے اوفر دی۔

"شکریہ پھر کبھی۔۔۔ولی آگے کسی دکان تک گئے ہیں بس وہ آنے والے ہونگے۔"وہ مسکرا کر واپس اپنی سبزیاں دیکھتی ٹھیلے والے کو پیسے دینے لگی۔

کیفے پہنچ کر آرزو نے شیشے کے دروازے سے گلی کی طرف دیکھا۔نہ ٹھیلا تھا نہ رومیسہ شاید ولی آگیا ہو گا تو وہ ساتھ چلی گئی ہو گی اور ٹھیلے والا بھی آگے بڑھ گیا ہو گا۔

وہ ڈونٹس سے لطف اندوز ہورہے تھے جب وردہ بولی۔ ''پتا ہے پی اے ایف جوائن کرنے سے پہلے میں بالکل لاپرواہ سی لڑکی تھی میرے پاپا۔۔'' اسنے اتنا ہی کہا تھا کہ آرزو اور ثوبان نے فوراً ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کروایا۔ ''ہاں پتا ہے پتا ہے تمہارے پاپا ایئر فورس میں ہیں انکا ایک روپ تھا تم سب پر اور وہ ہر چیز میں اپنے اصول لازمی بتاتے تھے۔ اب جب تم سب کو ٹوکتی ہو تو سب تمھیں کہتے ہیں کہ آپ پاپا نہ بنیں'' یہ وہ بات تھی جو وہ بہت دفع انکے سامنے کہہ گئی تھی اسی لیے اب انہیں یہ سب زبانی یاد تھا۔

ان دونوں کے اس طرح ساتھ بولنے پر وردہ نے کان بند کر لیے وہ چپ ہوئے لیکن پھر ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر ہنس دیے۔۔۔

*__** __** __** __** __** __**

وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب نوفل فرجاد کا یونیفارم پہن کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا جس طرح وہ صبح اپنے بابا کو جاتے دیکھتا تھا اسی طرح وہ چلتا آیا تھا۔

''لگ رہا ہوں ناں میں بابا جیسا؟'' اسنے اترا کر پوچھا تھا اور وہ سب ہی ہنس دیے امی

جان نے اسکے ماتھے کا بوسہ لیا۔" بالکل ہو بہو فرجاد لگ رہے ہو"

"ہاٹ راڈ نوفل "فرجاد نے ہاتھوں کا پنج بنا کر آگے کیا نوفل بھی اپنے ننھے ہاتھوں سے پنج بنا کر مارتا اندر چلا گیا۔"اسے کیا ہوا ہے؟"فرجاد ہنس کر فروا سے مخاطب ہوا۔

"اسکول میں فنکشن ہے نا بس اسی کی تیاری" وہ بھی مسکرا کر بولی۔

"چلو اچھا ہے اسکا دل لگ گیا ورنہ میں تو ڈر ہی رہا تھا کہ پرانا اسکول اور دوست یاد نہ کرے" پھر وہ امی جان کی طرف مڑا۔"آپ کا دل تو لگ گیا ہے ناں؟"

"ہاں بیٹا تم ہو بہو ہے بچے ہیں دل کیوں نہیں لگے گا بس کبھی کبھی وہ گھر یاد آتا ہے اور عمر کی فکر ہوتی ہے" وہ افسردگی سے بولی تھیں۔

"گھر کا چکر لگائیں گے جلد ہی" وہ رسانیت سے بولتا فروا سے مخاطب ہوا۔"اور ہماری سوشل ورکر تو اداس ہو نگی ہمیں پتا ہے۔"اس کے اس طرح شرارت سے بولنے پر فروا ہنس دی تھی۔

"نہیں جناب میں کیوں اداس ہونے لگی میرے لیے سب سے پہلے آپ ہیں اور آپ ساتھ ہیں تو پھر کیسی اداسی۔؟"

''بالکل آپ کے لیے سارا کچھ میرے بعد ہی آنا چاہیے''فرجاد نے کہہ کر اسکی گود سے مریم کو لیا۔

''آپ کب بھائی کے ساتھ اسکول جائیں گی؟''اسکے باتیں کرنے سے وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

''لگتا ہے اسے جیسے آپ کی ساری باتیں سمجھ آتی ہوں میرے ساتھ کبھی ایسے نہیں ہنستی''وہ شکایتی انداز میں بولی۔

''بھئی بیٹیاں تو اپنے بابا کی لاڈلی ہوتی ہیں''امی جان نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اور نہیں تو کیا۔۔دیکھو تو ہم باتیں کر رہے ہیں تو مما جیلیس ہو رہی ہیں''فرجاد مریم سے بولا تو ایک بار وہ پھر کھلکھلا گئی۔یہ منظر دیکھتے ہوئے فروا کی آنکھیں بھی نم ہوئیں تھیں۔

*---** ---** ---** ---** ---**

''یہ کیسا امتحان ہے اب میں کیا کروں؟''ابھی ابھی نماز سے فارغ ہو کر بیڈ پر بیٹھی تھی۔اسنے بیڈ کی پشت کے ساتھ بنی کھڑکی کھولی باہر چار سو گھپ اندھیرا تھا۔وہ کھڑکی

سے ٹیک لگائے آسمان کو تکتی بس یہ ایک ہی بات سوچے جارہی تھی۔

موبائل کی بیل سے اسکی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔اسنے غیر شناسا نمبر دیکھ کر کال کاٹ دی مگر پھر دوبارہ اسی طرح فون بجنے لگا اسے لگا سن ہی لینا چاہیے۔

''کون''؟زمل کے لہجے سے ہی اکتاہٹ واضع تھی۔

''مس زمل میں ارسل بات کرہاہوں''اسکی آواز سن کر وہ جیسے کرنٹ کھا کر سیدھی ہوئی۔''آپ؟آپ کو میرا نمبر کہاں سے ملا؟''

زمل کا رویہ ارسل کے لیے غیر متوقع نہیں تھا۔''کیا آج کے دور میں بھی کسی کا نمبر لینا اتنا مشکل کام ہے؟''اسکا یہ پر سکون انداز زمل کو اور مرچی لگا گیا۔

''مان لیا نمبر ملنا مشکل نہیں لیکن کال کرنے کا مقصد؟ویسے آپ کا کال کرنا بنتا تو نہیں ہے آپ کی وجہ سے میری اچھی خاصی جاب چلی گئی۔اب کیا کام ہے آپ کو مجھ سے؟''اسنے برہم ہوتے ہوئے جتانے والے انداز میں کہا تھا۔

ارسل نے کانوں سے ہٹا کر ایک نظر فون پر اسکا نام دیکھا۔''اپسس''اسکے رویے کا ارسل کو اندازہ تھا لیکن وہ ضرورت سے زیادہ تلخ ہورہی تھی۔

"میری وجہ سے؟ میں نے بس آپ سے اپنے حق کے لیے بولنے کا کہا تھا یہ تو نہیں کہ سر ٹیفکیٹ انکے منہ پر ہی دے ماریں"۔۔

"مارا نہیں ٹیبل پر رکھا تھا۔" اسنے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "اور ویسے بھی کیا ہاتھ جوڑ کر مانگتی اپنا حق؟" اسکی آواز میں لاچارگی تھی۔ وہ پھر بولی "اور رہی سہی کسر آپ کی تالیوں نے پوری کر دی جلتی پر تیل کا کام کیا ہے"

"جی اسی وجہ سے مجھے بھی نکال دیا گیا" وہ جس انداز میں بولا تھا۔ زمل کو اپنی ہنسی پر قابو کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

"معاف کریں لیکن آپ نے مجھے کیوں فون کیا میں کیا مدد کر سکتی ہوں؟" کچھ دیر کے توقف کے بعد وہ سنجیدگی سے بولی۔

"خیر اس میں کوئی افسوس کی بات نہیں مجھے تو ویسے ہی جاب چھوڑنی تھی۔ یہاں آنے کا اصل مقصد تو میرا اپنا پروجیکٹ ہے یہ جاب تو بس میں کسی کے کہنے پر کر رہا تھا"۔

زمل چپ چاپ اسے سن رہی تھی کہ وہ اپنے اصل مقصد پر آئے۔

میں نے اپنا ایک چھوٹا سا آفس سیٹ کیا ہے جس کے لیے مجھے اسٹاف کی ضرورت ہے

اور آپ کو میں نے ہمیشہ ہی محنت سے کام کرتے دیکھا ہے اور آپکو آرٹ کی سمجھ بھی ہے اسی لیے میں آپ کو جاب اوفر کرنا چاہتا ہوں اور تنخواہ بھی وہاں سے زیادہ ہو گی کیوں کہ مجھے حقدار کو اسکا حق دینا آتا ہے۔"

زمل جو چپ سن رہی تھی یکدم غصّے میں بولی۔"تو آپ نے جان کر مجھے وہاں سے نکلوایا ہے کیوں کہ آپ کو اسٹاف کی ضرورت ہے۔"

"اپنے ننھے دماغ پر زیادہ زور نہ ڈالیں میری ایسی کوئی intension(ارادہ) نہیں تھی۔ لیکن اب ایسا لگتا ہے کہ جو ہوتا ہے وہ اچھے کے لیے خیر میں جگہ میسج کر رہا ہوں صبح نو بجے آجائے گا" اسنے بول کر فون رکھ دیا۔

زمل تھوڑی دیر موبائل دیکھتی رہی۔"ابھی جاتی ہوں میں ہونہ!" وہ سر جھٹکتی سونے لیٹ گئی۔

*--** --** --** --**

شورکوٹ میں ابھی سورج بھی ٹھیک طرح سے طلوع نہیں ہوا تھا جب وہ دونوں جوگنگ کرنے کے لیے باہر آئیں۔ جوگنگ ٹراؤزر پر بھورے رنگ کی شرٹ پہنے

ساتھ بھورے رنگ کا ہی آپر گھٹنوں تک آرہا تھا۔اونچی پونی ٹیل اور گلے میں مفلر لپیٹے وہ وردہ کے ساتھ جاگنگ کرتے ہوئے اس سے آگے نکلنے کی کوششوں میں تھی اور یہ ہی کچھ کوشش وردہ بھی کر رہی تھی آرزو سے آگے نکلنے کی اس وقت روڈ پر بالکل سناٹا تھا وہ اکثر اسی وقت جاگنگ کے لیے نکلتی تھیں۔

اس قدر خاموشی میں آس پاس لگے قدآور درختوں پر اڑتی پھرتی چڑیوں کی آوازیں ایسی لگ رہی تھیں جیسے کوئی سریلی دھن کانوں میں رس گھول رہی ہو۔

سورج کی کرنیں سہی طرح نہ پھوٹنے کی وجہ سے حد نگاہ تک سیاہی اور تھوڑی بہت نیلاہٹ تھی۔اور دھند اس قدر کے کچھ فاصلے پر لگے درخت بھی ٹھیک طرح نظر نہیں آرہے تھے۔

''آرزو آج پانچ کلومیٹر تک چلنا ہے'' وردہ نے جوگنگ کرتے کرتے کہا تھا۔

''ٹھیک ہے میرے لیے تو یہ پانچ کلومیٹر کچھ بھی نہیں مسئلہ تو کسی اور کا ہے'' آرزو نے اطمینان سے کہا۔

''اچھا؟ دیکھتے ہیں پہلے کون مکمل کرتا ہے'' وردہ نے کندے اچکائے اور ساتھ ہی ساتھ

اپنی رفتار بڑھائی۔

''سنو تم صرف بھاگنے میں ہی اچھی ہو یا پھر تمہیں سائیکلنگ بھی آتی ہے؟'' کچھ دیر کے بعد وردہ نے پوچھا تھا۔ ''مطلب؟'' آرزو نے نہ سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

''وہ دیکھو سامنے'' وردہ نے رک کر سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

آرزو نے آنکھیں چھوٹی کر کے غور سے دیکھا۔ سامنے سنسان روڈ پر دو بچے اپنی اپنی سائیکل پکڑے پیدل چلتے ہوئے آپس میں باتیں کرتے جا رہے تھے۔

''یہ تو وہ ہی دونوں ہیں؟'' آرزو نے وردہ سے جیسے تصدیق کی۔ یہ بچے اکثر انہیں واک کرتے نظر آتے تھے وہ وہیں کے رہائشی تھے۔

وردہ سر ہلاتی تیز تیز چلتی ان دونوں بچوں کے سروں پر پہنچی۔۔ ''یہ تم دونوں کو پیدل ہی چلنا ہے تو سائیکل کو بلاوجہ تھکا کیوں رہے ہو؟''

جواباً دونوں ہنس دیے۔ ''ہم انہیں بھی اپنے ساتھ یہ تازی ہوا کھلاتے ہیں'' ان میں سے ایک بچے نے بول کر آنکھیں بند کر کے گہری سانس اندر کھینچی تھی۔

''امید ہے یہ اب تک اتنی تو تندرست ہو گئی ہوں گی کہ سواری بیٹھا سکیں'' وردہ کی

بات پر وہ دونوں پھر ہنس دیے۔

''اچھا یہ بتاؤ سائیکل کے ایک چکر کا رینٹ کیا لو گے؟'' وہ مدعے پر آئی۔

''ہاہاہا باجی آپ کو چلانی ہے آپ چلا لو اب یہ اتنی بھی صحت مند نہیں ہوئیں کہ سائیکل سے ٹرک ہی بن گئیں ہوں جو ہم انہیں چلانے کا رینٹ لیں'' اس نے کہہ کر سائیکل آگے کی۔

''نہیں وہ اکثر رکشہ کے پیچھے لکھا ہوتا ہے ناں کہ میں بڑا ہو کر ٹرک بنوں گا تو مجھے لگا شاید تم لوگ بھی اسی کوشش میں ہو'' وردہ کہہ کر سائیکل پر بیٹھی دوسری پر آرزو۔۔

وہ چلانا شروع ہوتیں کہ اس سے پہلے دوسری طرف سے ثوبان جوگنگ کرتا ہوا جا رہا تھا انہیں دیکھ کر اسی طرف آ گیا۔ وہ قریب آ کر اپنے گھٹنے پکڑ کر جھکا اور تیز تیز سانس لینے لگا۔

''کیا بات ہے یہ miragian's آج سائیکل پر؟'' وہ حیرت سے انہیں سائیکل پر بیٹھا دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''آج ہم اپنے طریقے سے زمینی گشت کرنے نکلیں ہیں'' آرزو نے طمانیت سے کہا۔

''ہاں اور کسی کے سر سے جیت کا بخار بھی تو اتارنا ہے'' وردہ جتاتے ہوئے بولی۔

''ایسا ہے تو چلیں آج مقابلہ ہو ہی جائے'' ثوبان نے چیلنج دیا۔

''انہونہ سائیکل بس دو ہی ہیں'' وردہ نے فوراً کہا۔

''کوئی بات نہیں مجھے جیتنے کے لیے کسی سائیکل کی ضرورت نہیں یہ پیر ہی کافی ہیں'' وہ متنبہ کرتے ہوئے بولا۔

''شیور'' آرزو اور وردہ نے ہاں می بھری اور جگہ طے ہوئی جہاں تک جانا تھا۔

کاؤنٹ ڈاؤن ہوا اور پھر ریس شروع ہو گئی وہ دونوں خالی سڑکوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بیچ سڑک پر آرام سے پوری رفتار میں سائیکل چلا رہی تھیں۔ کبھی آرزو آگے ہوتی کبھی وردہ کبھی دونوں ایک دوسرے کو کراس کرتی آگے نکلنے کی کوششوں میں لگی رہتیں۔

ثوبان فوٹ پاتھ پر تھا لیکن اسکی رفتار ان دونوں کے ساتھ ساتھ ہی تھی۔

سورج پوری طرح نکلا تو آسمان نیلاہٹ سے چمک سا گیا۔ ''اف کتنا خوبصورت لگ رہا ہے'' وردہ نے سائیکل چلاتے چلاتے آسمان کی طرف دیکھا۔

''کبھی میرے گھر آئو وہاں سے دکھاؤں گی سورج طلوع ہوتے ہوئے کتنا حسین لگتا

ہے“آرزو فوراً بولی تھی۔

کچھ ہی دیر میں وہ مطلوبہ جگہ پہنچنے والے تھے۔رفتار تینوں نے بڑھادی تھی۔سامنے ایک پل تھا جس کے نیچے ندی بہہ رہی تھی انہیں اس پل تک ایک دوسرے سے پہلے پہنچنا تھا۔

ثوبان پیدل بھی ان دونوں سے آگے تھا۔وردہ کی رفتار آرزو سے زیادہ تھی وہ اس سے آگے تھی۔آرزو نے پوری طاقت سے پیڈل گھمائے وردہ سے آگے نکلنے کے لیے وہ اس کے ایک طرف سے آگے نکلنے ہی لگی تھی کہ سامنے سے آتے ایک شخص کے پاؤں پر اس نے تقریباً ٹائر چڑھادیا تھا۔

اور خود دوسری طرف گرتے گرتے بچی ثوبان اور وردہ بھی فوراً اس طرف آئے۔

ثوبان نے ہاتھ دے کر اس شخص کو کھڑا کیا۔”آپ کو لگی تو نہیں؟“وہ فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔

”نہیں جناب میں ٹھیک ہوں“وہ شخص بھی ٹریک سوٹ میں ملبوس تھا۔

”پانی پی لیں“ثوبان نے بوتل آگے بڑھائی جو اس شخص نے بیٹھ کر فوراً پی لی۔”اب

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

چالیس کا ہو گیا ہوں ناں اس لیے جلدی تھک جاتا ہوں" اس کے کہنے پر وہ تینوں حیرانگی سے دیکھنے لگے۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" وہ شخص ابرو اچکا کر تینوں کو دیکھنے لگا۔

ثوبان اسکے پاس ہی بیٹھ گیا "آپ کو دیکھ کر بالکل بھی نہیں لگا کہ آپ چالیس کے ہیں اس لیے۔"

اس کی بات پر وہ ہنس دیے۔ "ہاں جناب خود کو مینٹین رکھنے کے لیے محنت بھی تو کرنی پڑتی ہے جاگنگ اور ڈائٹ دونوں پر توجہ رکھ کر ہی انسان فٹ رہتا ہے خیر! میں یونیورسٹی میں پروفیسر ہوں اور آپ تینوں۔؟"

ان تینوں کے جواب پر اب وہ مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"اب آپ ہمیں ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" وردہ فوراً بولی۔

"کیوں کہ جوانی میں کبھی میری بھی بہت خواہش تھی فائٹر پائلٹ بننے کی" انہوں ٹھنڈی سانس لبوں سے خارج کرتے ہوئے کہا۔

"پھر؟ سلیکشن نہیں ہوا؟" وردہ پھر بولی تھی آرزو نے اسے آنکھیں دکھائیں تھیں۔

"وہاں تک کی نوبت ہی نہیں آئی" یہ بات کہتے ہوئے انکے چہرے پر صدیوں کی ویرانگی تھی۔ وہ تینوں سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے یہ بات وہ بھی محسوس کر چکے تھے کہ وہ پھر بولے "میری امی جان ڈرتی تھیں کہ مجھے کچھ ہو نہ جائے۔۔ میں نے بہت سمجھایا انہیں کہ کچھ ہونا ہوا تو ایسے بھی ہو جائے گا۔۔ بس میں ایک بار اپلائی کر کے دیکھنا چاہتا تھا لیکن ماں کی فرمابرداری اس سے زیادہ ضروری تھی" بولتے ہوئے انکے چہرے پر سائے سے لہرا رہے تھے۔

ان تینوں کے چہرے پر بھی رنجیدگی تھی کہ وہ ہنس کر بولے "ویسے بھی میں سویلین تھا میری سلیکشن اتنی آسانی سے کہاں ہونی تھی" انہوں نے جیسے سب کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے کہا۔

"ایسا نہیں ہے میں بھی سویلین تھی" آرزو فوراً سنجیدگی سے بولی۔

ثوبان نے گہری سانس لی "ہم جو کہتے ہیں نا کہ فورسز میں بس فورسز والوں کے بچے ہی سلیکٹ ہوتے ہیں تو اسکی سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ہم بچپن سے ہی اپنے بڑوں کو دیکھتے آرہے ہوتے ہیں تو وہ ایک جذبہ ہمارے اندر شروع سے ہی سرایت کرتا ہے پھر ہم اسی طرح آگے بڑھتے ہیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور اگر آئی ایس ایس بی میں پاس ہونے کی بات کی جائے تو وہاں اگر ایک بچے کا بیک گراؤنڈ فورسز سے ہے اور ایک سویلین اور دونوں کے نمبر ایک سے ہیں تو وہ ہمیشہ اسے فوقیت دیں گے جس کا بیک گراؤنڈ فورسز سے ہو گا کیونکہ انکے باپ دادا کی جوانی انکی محنت قربانیاں لگی ہوتی ہیں لیکن اگر اس سویلین کے نمبر تھوڑے بھی زیادہ ہوئے تو سلیکٹ وہ ہی ہو گا''

وہ شخص بس سر ہلا کر رہ گیا۔''آپ تینوں بتائیں ایئر فورس جوائن کرنے کی اصل وجہ'' وہ شگفتگی سے بولے تھے۔

''مجھے بچپن سے airborne(ہوا کے دوش پر اڑنے) جنون تھا۔''سب سے پہلے آرزو بولی۔

''مجھے میرے بابا کو دیکھ کر یہ شوق ہوا تھا میں بھی انکی طرح یونیفارم پہن کر اپنے ملک کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی۔''وردہ نے اظہار خیال کیا۔

''ایسا ہی کچھ میرے ساتھ بھی تھا اپنے پاپا کو دیکھ کر مجھے شوق ہوا تھا اور پھر یہ شوق جنون اختیار کر گیا''ثوبان نے کہہ کر نیچے نہر کی طرف دیکھا تھا اس کے ذہن کی اسکرین پر بہت کچھ امنڈ رہا تھا۔

وہ پھر مسکرائے ''کہتے ہیں کہ SOP'S کی خلاف ورزی آپ پائلٹ سب سے زیادہ کرتے ہیں''

وردہ اور آرزو نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ''وہ کیسے؟'' وردہ نے بے چینی سے پوچھا۔

''اصول کے مطابق تو جیٹ جیسے ہی آگ کی لپیٹ میں آئے ایک پائلٹ کو وہ جیٹ فوراً اجیکٹ کر دینا چاہیے۔ لیکن پی اے ایف میں بہت سی مثالیں ایسی ہیں جن میں ایک فائٹر پائلٹ نے اپنی پرواہ کیے بنا جیٹ کو گنجان علاقوں سے دور لے جانے کی خاطر اجیکٹ نہیں کیا جس کے نتیجے میں انہیں اپنی جان کی قربانی دینی پڑی

جیسے ونگ کمانڈر نعمان اکرم، فلائٹ لیفٹیننٹ راشد احمد خان، ونگ کمانڈر خرم اور بہت سے نام ہیں ایسے'' پھر وہ تھوڑی دیر کے لیے رکے ''یہ ہمت یہ حوصلہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں''

ثوبان مسکرایا ''یہ ہی تو وہ عہد ہے جو ہم نے اس مقام پر پہنچنے سے پہلے خود سے کیا ہوتا ہے کہ جو ہو جائے ہمیشہ اپنے ملک کے لوگوں کو نقصانات سے بچائیں گے۔'' اسکی بات پر انہوں نے سر ہلا دیا۔

-----*---*

"یہ رول ٹرائی کرو" وہ دونوں کینٹین میں بیٹھیں تھیں جب مشی نے گرم گرم رول کی پلیٹ اسکے سامنے رکھی۔

لبابہ نے پلیٹ سائیڈ میں کی اور ارتکاز سے سامنے رکھی کتاب کی ورق گردانی کرنے لگی۔

لیکچر کے بعد وہ کینٹین آئیں تھیں ابھی انہیں وزٹ بھی کرنے تھے۔دوپہر کے اس وقت وہاں کافی لوگ نظر آرہے تھے تقریباً ہر ٹیبل پر ہی کوئی نا کوئی موجود تھا جن میں زیادہ تر طلبا معلوم ہو رہے تھے۔سب کی ٹیبل پر کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ کتابیں بھی کھلی نظر آرہی تھیں۔

مشی ٹیبل پر ہاتھ رکھے کچھ دیر تک تامل سے اسے دیکھتی رہی پھر اسنے لبابہ کی کتاب بند کی۔

"کیا بد تمیزی ہے مشی؟" لبابہ چڑھ کر بولی۔

مشی اسی طرح سنجیدگی سے اسے دیکھتی رہی۔"تم بتاؤ کیا پریشانی ہے؟"

''کوئی پریشانی نہیں ہے پڑھ رہی ہوں سلیبس مکمل ہو جائے بس اسی کی فکر ہے'' وہ الجھی الجھی لگ رہی تھی۔

''سلیبس کی فکر اور تمہیں۔۔؟ بہانہ تو وہ کرو جو سمجھ آئے'' وہ طنزیہ ہنس کر بولی تھی۔

کچھ دیر بعد مشی گہری سانس خارج کر کے پھر مخاطب ہوئی۔

''تم اتنی فکر کر رہی ہو وہ ٹھیک ہو جائے گا'' اس نے پیار سے لبابہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

لبابہ اسے کچھ دیر تک دیکھتی رہی۔

''آج اس کا آپریشن ہے مشی اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں اس کے گھر والوں کا کس طرح سامنا کروں گی؟''

وہ تفکر سے بولی تھی۔

''تم ہی تو کہتی ہو نا کہ زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ڈاکٹر کا کام تو بس علاج کرنا ہے۔شفا دینے والی ذات تو اللہ کی ہے۔۔تو بس یقین رکھو اپنے اللہ پر اور اس کے لیے بھرپور دعائیں کرو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔باقی اپنے طور سے تم نے انہیں وہ ہی

مشورہ دیا تھا جو ایک ڈاکٹر کو دینا چاہیے تھا اس لیے اپنے دل سے بوجھ اتار دو" مشی کے اس طرح رسانیت سے سمجھانے پر لبابہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"سہی کہتی ہو تم" مشی لبابہ کے لیے ان چند لوگوں میں سے جن سے بات کر کے وہ خود کو پر سکون محسوس کرتی تھی۔

"تو بس پھر جلدی سے یہ رول کھاؤ پتا ہے ناپیڈیاٹرک وارڈ paediatric ward میں ڈیوٹی ہے تھوڑی دیر میں وہیں جانا ہے۔" اسکے کہنے پر لبابہ نے تھکی تھکی شکل بنا کر اسے دیکھا پھر جلدی سے اپنا رول ہاتھ میں لیا۔

*_** _** _** _** _** _**

ٹھیک پونے نو بجے تھے جب وہ اسی بلڈنگ کے سامنے کھڑی تھی جس کا ارسل نے پتا دیا تھا۔ موڈ تو اسکا بالکل نہیں تھا لیکن اتنی جلدی کہیں اور جاب ملنا بھی آسان نہ تھا۔

وہ مطلوبہ فلور پر پہنچ کر راہداری سے ہوتی آگے بڑھ رہی تھی وہ پتلی لمبی سی راہداری تھی اسے سامنے پینٹ شرٹ میں ملبوس اکیس بائیس سالہ نوجوان دکھائی دیا وہ زمل کو دیکھتے ہی آگے بڑھا۔ "مس زمل؟"

زمل نے بس سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ ’’میرا نام ماجد ہے۔ بوس نے بتایا تھا آپ کے آنے کا۔‘‘ وہ بولتے بولتے چلنے لگا زمل بھی ساتھ ساتھ چل دی۔ راہداری میں بڑے بڑے شیشے آویزاں تھے۔ کونے کونے میں خوبصورت گلدان میں ہلکے رنگ کے نقلی پھول سجے ماحول کو خوش نما بنا رہے تھے۔

زمل نے جاتے جاتے شیشے میں ایک نظر خود کو دیکھا ہلکے دھانی رنگ کے کمیز شلوار پر سیاہ چادر سے خود کو ڈھانپا ہوا اور چہرہ کسی بھی قسم سے میک اپ سے عاری۔

وہ ارد گرد کا جائزہ بھی لے رہی تھی اسے وہاں ابھی تک کوئی اور دکھائی نہیں دیا تھا وہ پوچھنے ہی لگی تھی کہ ماجد نے سامنے بنے دروازے کو کھٹکھٹایا۔

ارسل کی آواز پر وہ اندر چلی گئی ماجد باہر ہی رہا ارسل نے اسے بیٹھنے کا کہا زمل نے بیٹھتے ہی فوراً اپنی سی وی آگے کی جس کو ارسل نے سرسری سا دیکھ کر سائیڈ میں رکھ دی۔

ارسل نے ٹیبل پر رکھی گھنٹی بجائی تو ماجد پھر نمودار ہوا۔

’’ماجد انہیں انکا کیبن دیکھا دیں اور کام بھی سمجھا دیں‘‘ زمل حقہ بقا اسے دیکھ رہی تھی۔

اسے لگا تھا آج انٹرویو وغیرہ ہو گا اور ایک دو دن میں جاب شروع ہو گی لیکن یہاں تو لگتا

تھا اسکی جگہ پہلے ہی سے رکھی گئی ہو۔وہ اٹھ رہی تھی جب ارسل نے اسکی جانب کاغذ بڑھایا۔

''آپ کا اپائنٹمنٹ لیٹر اسی ٹھیک طرح پڑھ لیں پھر دستخط کر کے ماجد کو دیدیے گا'' وہ بول کر واپس کام میں مصروف ہو گیا جو اشارہ تھا کہ بس اتنی ہی بات ہے اب کام شروع کر دو۔

*__** __** __** __**

بچوں کا وہ وارڈ انتہائی نفاست سے ترتیب دیا ہوا تھا۔صاف صفائی کا اس وارڈ میں دوسرے وارڈ کے مقابلے زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔کہیں کہیں غبارے بھی لگے ہوئے تھے۔

وہ دونوں روٹین کے مطابق وزٹ پر تھیں ساتھ انکے سینئر ڈاکٹر بھی راؤنڈ پر تھیں۔وہ ڈاکٹر ایک بچے کو جو تقریباً چار یا پانچ سال کا تھا چیک کرنے لگیں تو وہ بچہ پہلے تو سہم گیا اور پھر تیز تیز رو دیا اسکی ماں بھی مسلسل اسے چپ کروا رہی تھی لیکن وہ بہلنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ہاتھوں میں نلکیاں لگی ہوئیں تھی وہ پیارا سا بچہ کافی تکلیف میں لگ رہا تھا۔

لبابہ اور مشی جلدی سے اسکے لیے کونوں میں لگے غبارے لے آئیں اور پیار سے اسے سنبھالنے لگیں اور کچھ دیر لگی اسے چپ ہونے میں لیکن وہ بہل گیا۔

ڈاکٹر نے چیک اپ کر کر کے کچھ چیزیں لبابہ کو دیں اس بچے کی ماں کو سمجھانے کے لیے۔

لبابہ اس بچے کی ماں کو سب سمجھاتی بہت ہی پیار سے اس بچے سے مخاطب ہوئی۔ ''بیٹا آپ کچھ کھاتے نہیں ہو؟ دیکھو کتنے کمزور ہو رہے ہو'' وہ یہ بول کر آگے کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ اس بچے کی ماں فوراً بولی۔

''ویسے اسکا اور آپ کا وزن برابر ہی ہوگا'' اس عورت نے لبابہ کا اوپر سے نیچے جائزہ لیتے ہوئے کہا۔۔

''جی؟'' لبابہ نے حیرانگی سے اسکی شکل دیکھی۔۔۔ ویسے سوچنا تو لبابہ کو بھی چاہیے تھا کسی بچے کو کھانے پینے کے لیے ٹوکنے سے پہلے وہ بھی اسکی ماں کے سامنے۔

اور اس لمحے ساتھ کھڑی مشی کے لیے اپنی ہنسی روکنا اتنا مشکل ہو گیا تھا جتنا کسی مریض سے اسکی ہسٹری لینا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاں تو اور کیا مجھے آپ دونوں کو دیکھ کر لگا ہی نہیں کہ ڈاکٹر ہوا تنی چھوٹی چھوٹی سی تو لگ رہی ہو" دونوں کے لفظ پر مشی کی شکل بھی چھوٹی ہوئی۔ وہ عورت پھر بولی "ہاں بھئی نئے زمانے کے نکے نکے ڈاکٹرز" اس بار اسکے لہجے میں افسوس تھا۔

__ __** __** __*

فی الوقت کے لیے ماجد نے اسے کام سمجھا دیا تھا۔ اسکا کیبن چھوٹا تھا لیکن بالکل صاف ستھرہ ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔

اسے ماجد نے آکر بتایا کہ میٹنگ ہے بوس کے آفس میں تو وہ فوراً اٹھ کر آفس آگئی تھی۔

اسنے نظریں دوڑا کر اِدھر اُدھر دیکھا ارسل اپنی کرسی پر تھا ایک طرف ماجد دوسری طرف وہ۔ "باقی سب کہاں ہیں؟" وہ سوچ رہی تھی کہ ارسل کھنکھار بھرتا مخاطب ہوا۔

"جی میٹنگ شروع کریں؟" وہ یکدم سیدھی ہوئی۔ "جی سر لیکن باقی سب؟"

"باقی اور کوئی نہیں ہے۔ ویسے بھی میں کم لوگوں سے زیادہ کام کروانے پر یقین رکھتا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہوں اینڈ پلیز کال می ارسل'' وہ اپنی سیٹ پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے اطمینان سے بیٹھا تھا۔

زمل نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

وہ ہاتھ میں لیا پین ایک طرف رکھتے ہوئے سیدھا ہو کر بیٹھا اور ایک فائل آگے کی۔۔

''یہ ایک انٹر نیشنل ویلفیئر ٹرسٹ ہے اس کی ایک برانچ یہاں پاکستان میں کھلنے جا رہی ہے جس کے لیے ہمیں کچھ فنڈ اکٹھا کرنا ہے۔میں نے یہاں ایک اگزیبیشن ارینج کرنے کا سوچا ہے پاکستان آرٹ اینڈ کلچر کے نام سے جسے اسپانسر میری برلن کی ٹیم کرے گی۔وہ خود بھی یہاں آئیں گے۔اب آپ دونوں کو یہ سوچنا ہے کہ اس اگزیبیشن کو کامیاب کس طرح بنایا جائے'' وہ بول کر دونوں کی شکلیں دیکھنے لگا۔

ماجد فوراً مخاطب ہوا''سر آج کل تو سوشل میڈیا کا دور ہے سب سے پہلے تو ہم اپنے اگزیبیشن کے حوالے سے وہاں اپ ڈیٹ کرتے ہیں۔اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ اسکول کالج کے بچے اس میں زیادہ دلچسپی سے حصہ لیں گے وہ کہتے ہیں نا کہ every child is an artist(ہر بچہ تخلیق کار ہوتا ہے)''

زمل نے اسے دیکھا اور ہلکے سے بولی ''picasso''

''جی جی وہ ہی کہہ کر گئے ہیں'' وہ جھینپ کر بولا

زمل نے ایک نظر اس فائل کو دیکھا ''سر میرے خیال میں جب اس ایگزیبیشن کا نام پاکستان آرٹ اینڈ کلچر ہے تو آپ ایک شہر میں رہ کر اس ایگزیبیشن کی تیاری کیسے کر سکتے ہیں؟ میرا مطلب ہے کہ اللہ پاک نے پاکستان کے الگ الگ شہروں کے لوگوں کے ہاتھوں میں الگ الگ ہنر رکھا ہے وہ سب ہمیں ایک جگہ سے نہیں مل سکتا۔ ٹھیک ہے آپ سوشل میڈیا کو بھی اپ ڈیٹ رکھیں اور اسکولز اور کالجز سے بھی بات کر لیں لیکن میرے خیال میں آپ کو ایک بار اپنی ٹیم کے ساتھ خود بھی الگ الگ شہروں کو وزٹ کر کے وہاں سے آرٹ لے کر آنا چاہیے تب ہی یہ ایک کامیاب ایگزیبیشن ہو گا۔ اور پھر جس طرح آج کل پاکستان میں تخلیق کار لوگوں کی توجہ آرٹ کی طرف سے کم ہوتا دیکھ کر مایوس ہو گئے ہیں ان میں بھی پھر سے ایک نیا جذبہ پیدا ہو گا اور اس طرح انکا آرٹ بھی کھل کر دنیا کے سامنے آئے گا'' وہ بہت جوش میں بول رہی تھی۔

ارسل بس اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔

*---** --** --** --** --**

وہ دونوں تیز تیز سیڑیاں چلتی ہوئی اوپر کی جانب بڑھیں۔اسے کچھ فاصلے پر ہی وہ کھڑے نظر آئے۔"وہ رہے آنٹی انکل"

مشی کے کہنے پر لبابہ نے بھی اس طرف دیکھا اور پھر دونوں فوراً انکے پاس گئیں۔

وہ عورت اور مرد دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔دونوں کا چہرہ آنسوئوں سے بھیگا ہوا تھا۔نظریں سامنے بنے ccu (cardiac intensive care unit) کی جانب تھیں وہ ہسپتال ہی غالباً امراضِ قلب کا تھا۔

"اسے کچھ نہیں ہوگا آپ ایسے پریشان نہیں ہوں"لبابہ نے اس عورت کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"کچھ بتایا ڈاکٹر نے؟"مشی پاس کھڑے آدمی سے مخاطب ہوئی۔

اس آدمی نے اپنے بھیگے چہرے سے ان دونوں کو دیکھا۔"ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آپریشن ہوگیا ہے ابھی انتہائی نگہداشت میں مصنوئی سانسوں پر ہے۔"وہ کہہ کر پھر رو دیے ان دونوں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی مرد کو اس طرح روتا ہوا نہیں دیکھا تھا۔آج پہلی بار دیکھا تو دل کٹ سا گیا۔

وہ مرد آخر اور کرتا بھی کیا اسکا جوان بیٹا وینٹیلیٹر پر مصنوئی سانسوں کے سہارے زندہ تھا۔ وہ جو اسکے گھر کا واحد چراغ تھا جس کے دم سے گھر روشن ہوا کرتا تھا۔ ماں باپ کے بڑھاپے کا سہارا گھر کا اکیلا کمانے والا بستر سے جا لگا تھا۔

''کچھ گھنٹے تو وینٹیلیٹر پر رکھنا ہی ہو گا ناں اتنا بڑا آپریشن جو ہوا ہے آپ پریشان نہیں ہوں وہ ایک بار پھر پہلے جیسا ہو جائے گا''لبابہ نے خود پر بہت قابو رکھتے ہوئے دلاسے کے یہ بول ادا کیے تھے۔

''بیٹا ڈاکٹر تو ہمیں کچھ سمجھتا ہی نہیں ہے کچھ پوچھو تو ٹھیک سے بتاتا نہیں ہے تم جاؤنا پوچھو ذرا ان سے تم بھی تو ڈاکٹر ہو تمہیں ضرور بتائے گا''وہ عورت دوپٹے کے پلو سے آنسوں رگڑتے ہوئے لبابہ سے مخاطب ہوئی۔

لبابہ اثبات میں سر ہلاتی سی سی یو کی طرف گئی اسے بھی روکا گیا لیکن وہ اپنا کارڈ دکھاتی اندر چلی گئی مریضوں کی طرف جانے سے پہلے ہی اسے ڈاکٹر مل گئے انہوں نے اسے تفصیل سے سب بتایا پھر وہ اسے دیکھنے اندر چلی گئی۔

وہ سامنے کے بیڈ پر ہی بے سدھ لیٹا ہوا تھا۔ لبابہ نے اسکے سفید ہوتے چہرے پر ایک نگاہ ڈالی اسے یقین نہیں آیا یہ وہ ہی بچہ ہے جو مشی کے بھائی کے کہنے پر اسکو پھول دینے

آیا کرتا تھا۔

کتنی رونق تھی اسکے چہرے پر اسے تو اس وقت بھی یقین نہیں آیا تھا جب اس کے پکڑنے پر اسنے بتایا تھا کہ وہ کتنی مجبوری میں یہ کام کر رہا ہے۔ اسکے ماں باپ بڑھے ہیں گھر میں بہنیں ہیں۔ وہ خود دل کے مرض میں مبتلا ہے اور سب سے زیادہ جھٹکا تو لبابہ کو تب لگا جب اسنے بتایا کہ اسے ڈاکٹر نے آپریشن کا کہا ہے اور اسکے گھر والے اسکا آپریشن صرف اس وجہ سے نہیں کروا رہے کہ اسے کچھ ہو گیا تو پیچھے گھر کون چلائے گا۔

اسی لیے لبابہ اور مشی اُس کے گھر گئیں تھیں کہ ان سے بات کر کے سمجھا سکیں کہ یہ آپریشن کروانا کتنا ضروری ہے۔ انہوں نے اس سے وہ سامان خرید لیا تھا جو دو تین ہفتے وہ بیچتا تا کہ آپریشن کے وقت اور اسکے کچھ دن بعد تک گھر والوں کو مالی پریشانی کا سامنا اس وجہ سے نہ کرنا پڑے کہ وہ کام پر نہیں جا پا رہا۔

لبابہ سے تھوڑی دیر بھی مزید وہاں کھڑا نہیں ہو یا گیا اسنے باہر آ کر اس بچے کے ماں باپ کو اسکی کنڈیشن سے آگاہ کیا اور سیڑیوں کی طرف بڑھ گئی۔

''کیا ہوا لبابہ سب ٹھیک ہے؟'' مشی نے پریشانی سے اسکا بجھا بجھا چہرہ دیکھا۔

لبابہ نے اثبات میں سر ہلایا آنکھیں اسکی نم تھیں۔"میں ایک بات سوچ رہی ہوں مشی کہ ہم انسان کتنے نہ شکرے ہیں"اسکی بات پر مشی حیرانگی سے اسکی شکل دیکھتی رہی۔

"مجھے تو لگتا کہ انسان کو دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ اپنے خالق کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اسنے ہمیں صحت مند دل دیا۔۔سننے سمجھنے دیکھنے جیسی صلاحیت عطاء کی۔۔میرے نزدیک دنیا کی نعمتوں میں سب سے قیمتی نعمت صحت ہے جس کا احساس یا تو دیر سے ہوتا ہے یا پھر کبھی ہو ہی نہیں پاتا کیونکہ ہمیں اس سے زیادہ کی خواہش جو ہمیشہ رہتی ہے"اسکی بات پر مشی نے بھی سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

*__** __** __** __** __** __**

اسٹڈی ٹیبل پر لیمپ کی زردی مائل روشنی بکھری ہوئی تھی جس کی مدد سے وہ سامنے رکھی fighter combat کی موٹی سی کتاب پڑھنے اور پوائنٹس نوٹ کرنے میں مصروف تھی۔

"لگتا ہے اسکا بلب تبدیل کرنا پڑے گا"آرزو لکھتے لکھتے سیدھی ہوئی تھی۔اسے اس زرد روشنی سے کوفت محسوس ہو رہی تھی۔اس کے کھلے بال کندھوں تک آرہے

تھے۔ جن کو اس نے ہاتھ میں لیے بینڈ کی مدد سے باندھ لیا۔

نوٹ بناتے بناتے وہ تھک گئی تھی۔ کافی پینے کے ارادے سے اٹھتی اسنے کونے میں رکھے الیکٹرک کیٹل کو اون کیا۔ کپ میں گرم پانی انڈیل کر کافی کا ساشے ڈالتی چمچ چلاتی آرزو کھڑکی کے پاس آئیں۔

اس کی نظریں باہر ہی تھیں کہ چمچ چلاتا اس کا ہاتھ رکا اس نے کپ ایک طرف رکھ کر موبائل اٹھایا۔ ''میرے خیال میں کوئی بہت پریشان ہے'' وہ میسج بھیج کر واپس کھڑکی کے پاس آگئی۔ جہاں ثوبان سر جھکائے جیبوں میں ہاتھ ڈالے چہل قدمی کر رہا تھا۔

وردہ جو اپنی چیزیں صبح کے لیے ٹھیک سے رکھ رہی تھی اسنے میسج دیکھ کر آرزو کو فوراً کال کی آرزو نے اسے باہر آنے کو کہا۔ اور خود بھی چادر اوڑھتی سیڑیاں اترنے لگی۔

اپنی طرف آتا دیکھ کر ثوبان ہاتھ باندھے مخاطب ہوا۔ ''آپ دونوں اس وقت کیا کر رہی ہیں؟ صبح لیٹ ہونا ہے کیا؟'' دونوں چلتی ہوئی اس کے قریب آئیں ''وہی جو آپ کر رہے ہیں چہل قدمی کر کے کھانا ہضم'' وردہ شرارت سے بولی تھی۔

وہ سر ہلاتا واپس چلنے لگا۔ ''سر ہم آپ کی وجہ سے آئے ہیں۔ ہمیں لگتا ہے کہ آپ

پریشان ہیں" آرزو وہیں کھڑے کھڑے بولی۔

"آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے" ثوبان نے سر جھٹکا۔

"ایسا ہے تو پھر یہ چہرہ کیوں اترا ہوا ہے؟" وردہ نے اس کے چہرے کا جائزہ لیا۔

آرزو نے بھی دیکھا کہ وہ جو ہر وقت مسکرانے کا عادی تھا آج ایک دم سنجیدہ لگ رہا تھا۔

دونوں اس کے ساتھ ساتھ ہی چہل قدمی کرنے لگی تھیں۔ "آپ چاہیں تو بتا سکتے ہیں آخر اب ہم دوست ہیں" آرزو نے سنجیدگی سے کہا۔

ثوبان نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر جیبوں میں ہاتھ ڈالتا آسمان کو دیکھنے لگا۔ "میں نے کہا تھا ناں کہ مجھے اپنے پاپا کو دیکھ کر شوق ہوا تھا فلائنگ کا اور پھر یہی شوق جنون میں بدل گیا تھا ایک حد تک تو یہ بات ٹھیک ہے ایسا ہی ہے لیکن ایک اور بات ہے جس کی وجہ سے میں نے ایئر فورس جوائن کی۔"

وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہوا تو دونوں حیرانگی سے اسے دیکھنے لگیں۔ "دوسری وجہ میری ماما ہیں ان کی ویران راتوں کو روتیں آنکھیں ہیں۔ جب بھی میں گھر جاتا ہوں وہ میری اس لیے بھی منتظر ہوتی ہیں کہ شاید میں کوئی خبر لایا ہوں۔"

وردہ اور آرزو ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں لیکن بالکل خاموش تھیں اسے سننے کے لیے۔ ''کیسی خبر؟'' وردہ نے ہمت کر کے پوچھا۔

ثوبان نے سر جھکایا'' پاپا کی خبر۔۔۔ وہ ایک مشن میں گئے تھے اس کے بعد انکی بس ایک خبر ملی۔۔ مسنگ ان ایکشن اور پھر پتہ لگا کہ وہ دشمنوں کے چنگل میں پھنس گئے تھے ہماری حویلی پر وہ دن ایسے گزرے تھے کہ کسی کے منہ سے کھانے کا ایک نوالہ نہیں نگلتا تھا اور پھر ایک دن خبر ملی کہ وہ واپس اپنی سرزمین پر آ گئے ہیں۔ ایسا لگا تھا کہ کسی نے ہم میں پھر سے زندگی بھر دی ہو حویلی میں ایک جشن کا سما تھا۔ حویلی کو سجایا گیا سوار آگیا ماما کو تو میں نے کتنے دنوں بعد دیکھا تھا بغیر آنسوئوں کے لیکن وہ خوشی وقتی ثابت ہوئی۔ بس ایک خبر ملی کہ وہ شہید ہو گئے۔ کیسے کہاں کچھ پتہ نہیں لگا۔ کوئی تمغہ نہیں کچھ نہیں۔۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہم اپنی قربانی کسی تعریف یا تمغے کے لیے دیتے ہیں۔ نہیں یہ تو ہمارا جذبہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ ایک شہید کا حق ہے کہ اس کا نام یاد رکھا جائے۔ کیونکہ اس نے اپنی پوری جوانی اپنے بچوں اپنی بیوی سب کے جذبات پر صرف اپنے فرض کو فوقیت دی ہے۔ بس میں اس مقام تک پہنچنا چاہتا ہوں کہ میں خود تصدیق کر سکوں اس وقعے

کی"

ان دونوں کی آنکھوں میں بھی آنسوں بھر گئے تھے وہ نہیں جانتی تھی ان دو ہنستی آنکھوں کے پیچھے اتنا بڑا غم چھپا ہے وہ جو ہر لمحے دوسروں میں خوشیاں بانٹنا چاہتا تھا وہ خود اتناد کھی ہے۔

"ہم سے بھی جو سکا ہم وہ کریں گے" وردہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔ ثوبان بھی مسکرایا

"واقعی کبھی کبھی دوستوں سے دل کی بات کر دینے سے اچھا محسوس ہوتا ہے" وہ دل میں سوچتا چہل قدمی کرنے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

*---** ---** ---** ---**

وہ اپنے کیبن میں بیٹھی کمپیوٹر پر کام کر رہی تھی جب اسکے ایکسٹینشن فون پر کال آئی۔۔

"جی ارسل" اسنے اٹھاتے ہی کہا۔

"مس زمل ہماری ٹیم تین دن میں یہاں آرہی ہے انہیں یہ آئیڈیا اچھا لگا کہ الگ الگ شہر جا کر وہاں سے چیزیں جمع کی جائیں اسی سلسلے میں آپ کو میں نے ایک ای میل کی ہے جس میں ایک لسٹ نام کی ہے اور ایک جگہوں کی۔۔ یہ نام وہ ہیں جو ہمارے ساتھ

جائیں گے اب آپ اور ماجد ساتھ کام کریں اس پر اور ایک بجٹ تیار کر کے مجھے دکھائیں۔'' اسنے اپنی بات کر کے فون رکھ دیا زمل کچھ دیر تک فون کو دیکھتی رہی۔

''مطلب انہیں میرا آئیڈیا پسند آیا ناٹ بیڈ'' وہ مسکراتی ای میل دیکھنے لگی۔

اسنے ناموں کی لسٹ نکالی ساتھ چائے کا گھونٹ بھرا جو ابھی ابھی اسے ماجد نے لا کر دی تھی۔اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ اس لڑکے کا اصل کام کیا ہے کبھی وہ آفس بوائے بن جاتا کبھی کچھ۔۔

''خیر مجھے کیا'' وہ اپنی سوچوں کو جھٹکتی واپس توجہ سکرین پر کی جہاں چھ ساتھ نام لکھے ہوئے تھے۔

Olivia franklin

Nova Aurora

Paulo jacob

اسنے نام پڑھ کر عجیب سا منہ بنایا جیسے ہجے کرنے میں مشکل ہو رہی ہو اور پڑھنے کے بعد اسنے جھرجھری لی۔

اسنے آگے نام پڑھے ساتھ وہ انٹری بھی کر رہی تھی۔

ارسل آفریدی

ماجد احمد

زمل نور خان

اسے آنکھیں مل کر ایک بار پھر اسکرین پر اپنا نام پڑھا۔۔

وہ اس لسٹ کا پرنٹ نکالتی ارسل کے آفس پہنچی۔"آجائیں" ارسل کی آواز پر وہ اندر گئی۔

زمل نے اسکی ٹیبل پر وہ کاغذ رکھا۔"یہ کیا ہے؟" وہ غصّے میں لگ رہی تھی۔

لیپ ٹاپ پر چلتا اسکا ہاتھ رکا اسنے ایک نظر اس کاغذ پر ڈالی۔"یہ تو ان ناموں کی لسٹ ہے جو میں نے ابھی آپ کو میل کی تھی"۔

"جی بالکل یہ وہ لوگ ہیں جو آپ کے ساتھ پاکستان کے دیگر شہروں میں جانے والے ہیں لیکن اس میں میرا نام کیا کر رہا ہے؟"

اسنے اپنے نام پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

ارسل سیدھا ہو کر بیٹھا"ابھی آپ نے خود تو کہا یہ سب میرے ساتھ دوسرے شہر جانے والے ہیں تو اس میں آپ کے نام کا بھی مطلب یہ ہی کہ آپ بھی جا رہی ہیں سمپل"وہ اطمینان سے کہتا واپس کام میں مصروف ہو گیا۔

اسکے اطمینان میں زمل کو حکم محسوس ہوا جو اسے اندر تک سلگا گیا۔"آپ کو مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا۔مجھے گھر سے اجازت نہیں ملے گی اس طرح جانے کی"۔

"آپ کا ہی مشورہ تھا اور آپ ہی سارے انتظامات سنبھال رہی ہیں تو آپ کا نام اس لسٹ میں ظاہر تھا اور ویسے بھی کام سے جانا ہے کوئی پکنک تو ہے نہیں یہ گھر سے اجازت کا مسئلہ آپ کا ہے میرا نہیں"اسکی بات پر وہ پیر پٹختی اپنے کیبن میں چلی گئی۔

کیبن میں آکر وہ تھوڑی دیر بیٹھی اس نے خود کو پر سکون کیا اور پھر گھڑی دیکھتی سامان سمیٹنے لگی۔

آج دھوپ میں خاصی تیزی تھی وہ تقریباً آدھے گھنٹے سے بس اسٹاپ پر کھڑی سر پر کتاب سے سایہ کیے بس کا انتظار کر رہی تھی۔

جب اس کے پاس گاڑی آکر رکی وہ سمجھ گئی تھی کہ ارسل ہے لیکن اس نے کوئی توجہ نہ

دی تھوڑی دیر میں گاڑی میں بیٹھے شخص نے دو تین بار ہارن بجایا آتے جاتے سب مڑ مڑ کر اسے دیکھ رہے تھے بلآخر تنگ آ کر وہ گاڑی کے پاس آئی ارسل نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا۔

وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ ارسل ڈرائیونگ سیٹ پر نہیں تھا بلکہ ماجد تھا اور زمل پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ ارسل کا ڈرائیور بھی ہے۔

''کیا مسئلہ ہے آپ دونوں کے ساتھ؟'' وہ ارسل کی طرف سے شیشے کے پاس آ کر بولی۔

''میرے خیال میں آج کوئی ہڑتال وغیرہ ہے اتنے آرام سے بس نہیں ملے گی ہم کام سے جا رہے ہیں چھوڑ دیں گے آپ کو'' ارسل رسانیت سے بولا تھا۔

''شکریہ آپ دونوں کا لیکن اگر بس نہ بھی ملی تو ٹیکسی سے چلی جاؤں گی'' وہ بولتی واپس اسٹاپ پر کھڑی ہو گئی۔۔ تھوڑی دیر میں ماجد اس سے کچھ فاصلے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

''اب کیا مسئلہ ہے؟'' وہ پھر چڑ کر بولی۔

''بوس نے کہا ہے جب تک بس نہیں آجاتی میں یہی کھڑا رہوں'' وہ ایسے بولا جیسے سبق سنا رہا ہو اور سیدھا ہو کر کھڑا رہا۔

''میرے سمجھ نہیں آتا تم ارسل کے ہو کون کبھی نارمل ملازم بن جاتے ہو کبھی آفس بوائے اور ڈرائیور بھی'' وہ اسکی شکل دیکھتی پوچھ رہی تھی۔

''جی بوس کے لیے میں آل ان ون ہوں'' وہ ہنوز کھڑا رہا۔

''پاگل بنا رہے ہیں وہ تمھیں میں بتا رہی ہوں'' زمل نے جیسے راز کی بات بتائی۔

''آپ جو بول لیں مجھے فرق نہیں پڑنے والا'' وہی سپاٹ انداز۔

''انسان ہو یا روبوٹ؟'' زمل کو کوفت محسوس ہو رہی تھی۔

گاڑی میں بیٹھا ارسل جاچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ دونوں میں کیا باتیں ہو سکتی ہیں۔

آدھا گھنٹہ گزرا جب زمل تھک ہار کر انکے ساتھ جانے پر رازی ہوئی۔

وہ پیچھے بیٹھی ہی تھی کہ ارسل نے گھڑی میں وقت دیکھ کر بیک مرر میں اسے دیکھا۔

''آنا ہی تھا پہلے آجاتی''۔

زمل جو ویسے ہی پریشان بیٹھی تھی اسنے جلدی سے دروازہ کھولا ''میں واپس ہی چلی

جاتی ہوں"

"بیٹھ جائیں میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ماجد گاڑی اسٹارٹ کرو" ارسل نے جلدی سے حکم صادر کیا۔

"کل سے آپ کو ماجد ہی پک اینڈ ڈراپ دے گا" وہ ونڈ اسکرین پر نظریں مرکوز کیے بولا۔

"یس بوس" اسنے بھی گاڑی چلاتے ہوئے تابعداری سے سر ہلایا۔

"اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے" زمل کا وہ ہی سپاٹ انداز رہا۔

"آپ کسی خوش فہمی میں نہیں رہیں یہ صرف اس لیے کہ آپ ہمارے آفس آ رہی ہیں تو یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ خیریت سے آئیں اور جائیں۔ویسے بھی میں چاہتا ہوں کہ آپ دونوں اپنا وقت اور انرجی اس طرح اسٹاپ پر کھڑے ہو کر ضائع نہ کریں بلکہ وہ ہی وقت کام کو دیں"

زمل نے مڑ کر اسکی شکل دیکھی تھی۔

"ہمارے چھوٹے محلوں میں جب یہ بڑی بڑی گاڑیاں جاتی ہیں ناں تب لوگ باتیں

بناتے ہیں۔اور میں محلے کے روزنامہ کا ہاٹ ٹوپک بننا نہیں چاہتی۔''

ارسل نے اسکی نظریں خود پر محسوس کر لیں تھیں لیکن ہنوز باہر دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

''لڑکیاں جب ضرورت کے لیے باہر نکلتی ہیں باتیں تو تب ہی سے بننا شروع ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر وہ آہستہ آہستہ ختم بھی ہو جاتی ہیں۔ جانتی ہیں انہیں ختم کون کرتا ہے؟ لڑکی کا کردار۔۔ایک لڑکی کا کردار ہی کافی ہوتا ہے باتیں کرنے والوں کے منہ پر تالیں لگانے کے لیے۔اور ویسے بھی آپ کب سے کسی سے ڈرنے لگ گئیں''وہ آخری بات طنزیہ ہنس کر بولا تھا زمل اب باہر دیکھ رہی تھی۔

''مس زمل آپ ایک بار ہماری ٹیم کا حصّہ بن کر ہمارے ساتھ جانے کا سوچیۓ گا ضرور''۔۔زمل نے اسکی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا وہ بھی چپ رہا۔

کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب گاڑی جھٹکے سے رکی۔''اب اسے کیا ہوا؟''ارسل نے سوالیہ نظروں سے ماجد کو دیکھا۔

''پتا نہیں لگتا ہے کوئی مسئلہ آ گیا میں دیکھتا ہوں''اس نے گاڑی ایک کونے پر لگائی۔

''افف اتنی دیر میں تو میری بس آ جاتی اور میں گھر پر ہوتی''وہ شیشہ نیچے کرتی اپنی چادر

سے منہ پر ہوا جھلتے ہوئے بولی تھی۔

ارسل اتر کر ماجد کے پاس گیا جو گاڑی کا بونٹ کھولے کھڑا تھا۔ ''کیا ہو گیا اب اسے؟''

''بوس لگتا ہے مکینک کو بلانا پڑے گا آپ بیٹھیں میں انتظام کرتا ہوں۔'' آس پاس اتنا ٹریفک تھا کہ اسے زور زور سے بولنا پڑ رہا تھا۔ ماجد آگے کہیں گیا اور ارسل ایک پاؤں پیچھے کر کے گاڑی سے ٹکا کر وہیں کھڑا ہو گیا۔

زمل نے نظریں دوڑائیں اسے ارد گرد بہت سی دکانیں نظر آئیں وہ اپنی چادر ٹھیک کرتی ایک دکان سے دو پانی کی بوتلیں لے کر نکلی۔ وہ چلتی ارسل کے پاس آئی اور ایک بوتل آگے بڑھائی۔

لیکن ارسل بوتل تھامی نہیں جبکہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ زمل ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔ جیسے کہہ رہی ہو پانی ہی تو ہے۔

''لیکن میں آپ سے پانی کیوں لوں؟ آپ بھی تو میری گاڑی میں بیٹھتے ہوئے ایسا تاثر پیش کر رہی تھیں جیسے میں کوئی احسان کر رہا ہوں۔'' پھر وہ رکا کچھ دیر۔۔ ''اوہ یہ کہیں اسی احسان کا بدلہ تو نہیں؟'' وہ جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

زمل نے طنزیہ مسکرا کر اسے دیکھا۔ ""اپنے ننھے دماغ پر اتنا زور نہ ڈالیں""

""شکریہ""ارسل نے سر جھٹک کر بوتل تھامی۔

زمل گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی کہ اس کی نظر رکے ہوئے ٹرافک پر پڑی اور اسے لگا جیسے صرف ٹرافک نہیں باقی پوری دنیا بھی رک سی گئی ہو۔

اسے ظفر بائیک پر بیٹھا نظر آیا ساتھ پیچھے کوئی لڑکی تھی جو خاصی ماڈرن لگ رہی تھی۔ بال کھلے ہوئے دوپٹے کا کوئی وجود نہیں اور وہ دونوں خوب ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔

زمل آگے بڑھی وہ بھی ٹرافک سے ہٹ کر اسی طرف آرہے تھے شاید کسی دکان سے کچھ لینے کے لیے۔

وہ بائیک کھڑی کر کے پلٹا تو زمل اسے سامنے نظر آئی وہ کچھ دیر کے لیے ہڑبڑا سا گیا۔

""تم یہاں کیا کر رہی ہو؟""

اسکے پوچھنے پر زمل نے ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی جو ظفر کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

""میں گھر جا رہی تھی بس کی شاید ہڑتال ہے تو سر مجھے ڈراپ کرنے جا رہے ہیں۔""

زمل کے کہنے پر اسنے پیچھے کھڑے ارسل کی طرف دیکھا وہ بھی انہی کو دیکھ رہا تھا۔

"اچھا ایسا ہے کہ میں کام سے آیا ہوں یہاں بعد میں بات ہو گی" وہ کہتا آگے بڑھ گیا ساتھ وہ لڑکی بھی زمل بس دیکھتی رہ گئی وہ کہنا چاہتی تھی کہ کیا تم مجھے چھوڑ دو گے لیکن وہ پہلے ہی جا چکا تھا۔

__ __** __** __** __*

آج نوفل کے اسکول میں فنکشن تھا۔ ویسے تو وہاں اور بھی پیرنٹس تھے جن کا تعلق فورسز سے تھا لیکن مہمانِ خصوصی کے طور پر اسکول انتظامیہ نے فرجاد سے کہا کسی کو بلانے کے لیے اور اسنے جزیل اور آرزو سے پوچھا وہ دونوں فوراً تیار ہو گئے کہ اگر ہمارے آنے سے بچوں کی حوصلہ افزائی ہو گی تو ہم ضرور آئیں گے۔

اس وقت وہ پہلی نشست میں بیٹھے تھے۔ آرزو اپنے یونیفارم کی نیوی بلو ساڑی میں ملبوس ہمیشہ کی طرح گریسفل لگ رہی تھی۔

جزیل بھی یونیفارم میں تھا فرجاد اور فروا انکے ساتھ ہی بیٹھے تھے۔

ابھی کوئی ٹیبلو ختم ہوا تھا جب ایک لڑکی مسکراتی ہوئی اسٹیج پر آئی۔ "اب ہمارے اگلے

دو ٹیبلوزان جوانوں کے نام ہیں کہ جن کی لازوال قربانیوں اوران تھک محنت سے ہمارے اس پاک وطن پر کوئی میلی نظریں اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ہمیں یہ احساس ہے کہ آپ ہیں تو ہم سکون سے اس آزاد فضا میں سانس لیتے ہیں۔ آپ سب کو ہمارا سلام۔"۔

وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی اور اسٹیج پر بچے آنا شروع ہو گئے اپنی پرفارمنس کے لیے اسٹیج کی سیٹنگ کرنے۔

اب سامنے تین بچے کھڑے آپس میں ایک دوسرے سے ہنس ہنس کر باتیں کرتے گلے مل رہے تھے تینوں نے الگ الگ یونیفارم پہنے ہوئے تھے ایک نے نیوی کا ایک نے ایئر فورس اور ایک نے آرمی کا۔۔

اب وہ تینوں بچے جا کر اسٹیج پہ دور دور کھڑے ہو گئے اور باری باری تینوں پر اسپاٹ لائٹ پڑ رہی تھی۔

لاؤڈ اسپیکر پر عاطف اسلم کی آواز ابھری تھی۔

"کیا ڈر کیا وہم کیا خوف اسے

جس پشت پہ لاکھ دعائیں ہوں

وہ جن کے لہو میں بہتی وفا

پھر سامنے لاکھ بلائیں ہوں''۔

پہلے جہاں نیوی کے یونیفارم میں ملبوس لڑکا کھڑا تھا اس کے پاس ایک بچی سر سے سفید دوپٹہ اوڑھے غالیباََ اس کی ماں کا کردار ادا کرتے ہوئے اس پر دعائیں دم کر رہی تھی۔

''اللہ کی امان میں رہو وہ تمھیں کامیاب کرے'' وہ بچی بول کر وہاں سے چلی گئی۔

''جاتے جاتے بھی محفل سے رخ گلشن کا مہکاتے ہیں

ثابت قدموں پہ جو اپنے وہ سچ ثابت ہو جاتے ہیں

آئے ہوں جدھر سے بھی دشمن ہم تیز ہوا اور جائیں گے

یہ ظلمت کے بادل سن لے خالی واپس مڑ جائیں گے''

پھر اسپاٹ لائٹ بیچ میں آئی جہاں آرمی کے یونیفارم میں ملبوس لڑکا کھڑا تھا وہ گود میں چھوٹے بچے کو لیے ہوئے تھا جسے اسنے اتارا اور پیار کرتے ہوئے جانے لگا کہ اس بچے نے اسکا ہاتھ پکڑا۔

"بابا آپ نے کہا تھا کہ اس بار میری سالگرہ میں آپ ہونگے"

وہ لڑکا گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا۔ "ابھی تو سالگرہ میں وقت ہے نا تب تک تو میں آجاؤں گا۔۔اور اگر نہیں بھی آیا تو یہ یاد رکھنا میں تمہارے ساتھ ہوں اور میرے بعد ساری ذمہ داریاں تمہاری ہیں۔"

پھر ایئر فورس کے یونیفارم میں ملبوس لڑکے پر روشنی آئی جو اپنی فیملی کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ اسکا موبائل بجا اور وہ کھانا چھوڑ کر اٹھنے لگا۔

"کھانا تو کھالو"۔وہ لڑکا جو اسکے باپ کا کردار ادا کر رہا تھا پریشانی سے کہا۔

"نہیں بس مجھے جانا ہے۔خدا نے چاہا تو پھر ملاقات ہو گی" وہ بولتا وہاں سے چلا گیا۔

اور دیکھتے ہی دیکھتے منظر بدلہ وہ تینوں پھر سے اسی طرح فاصلے پر تھے۔ لیکن اب ان جیسے یونیفارم میں ملبوس اور لڑکے اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑے تھے۔اور وہ اس طرح آپس میں باتیں کر رہے تھے جیسے ہائی الرٹ ہوا ہو۔۔

دیکھتے دیکھتے بوزر کی تیز آواز ابھری اور اسٹیج پر سرخ روشنی سی پھیل گئی۔اسٹیج پر کھڑے ان بچوں میں بھی بھگدڑ سی مچ گئی۔

بیک گراؤنڈ میں عالمگیر کی آواز ابھر رہی تھی۔

"تمہاری ضوِدلنشین یقینی کائنات ہے

وفا کی روشنی ہو تم پناہ اندھیری رات ہے

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکات ہے

تم ہی سے مجاہدوں جہاں کا ثبات ہے"

اب اسٹیج پر ایک جنگ کا سا سماء تھا۔ بہت اچھے طریقے سے سیٹ اپ ہوا تھا۔ ایک طرف سے دشمنوں نے گھیرا ہوا تھا اور دوسری طرف آرمی کے یونیفارم میں ملبوس لڑکے مسلسل دفاعی رویہ اختیار کیے ہوئے تھے۔

نثار جس پہ قوم ہو ہوا کے شہسوار تم

ہر آنکھ کی روشنی ہو دلوں کا ہو قرار تم

بقاواحترام دینِ حق کے دوست دار تم

جہاں میں امن و خیر کی بِنا پائیدار تم

دیکھتے ہی دیکھتے دشمن سب ایک ایک کر کے مارے گئے تھے لیکن یہاں بھی نقصان ہوا تھا۔اوران میں وہ لڑکا جو آرمی کے یونیفارم میں ملبوس تھا وہ شہید ہو گیا تھا۔

اب سب چلے گئے تھے بس وہ لیٹے رہے جو شہید دکھائے گئے تھے۔دیکھتے دیکھتے جو شروع میں انکے لواحقین کو دکھایا گیا تھا وہ سب جمع ہوئے تھے جس بچے کو وہ گود سے اتار کر گیا تھا وہ بیٹھا رورہا تھا کہ وہ دونوں لڑکیں آئے جو شروع میں دکھائے گئے تھے۔

ان میں سے ایک بچے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا "بیٹا شہدا کے لیے آنسوں نہیں بہائے جاتے"

ایک بچی ہاتھ میں مائک لے کر آئی۔نور جہاں کا وہ نغمہ اس نے اس طرح پڑھا کہ وہاں موجود ہر آنکھ اشک آلود ہو گئی۔

اے وطن کے سجیلے جوانو!

میرے نغمے تمہارے لیے ہیں

سرفروشی ہے ایماں تمہارا

جُرأتوں کے پرستار ہو تم

جو حفاظت کرے سرحدوں کی

وہ فلک بوس دیوار ہو تم

اے شجاعت کے زندہ نشانو!

میرے نغمے تمہارے لیے ہیں

اے وطن کے سجیلے جوانو!

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Book|Poetry|Interview

تم پہ جو کچھ لکھا شاعروں نے

اُس میں شامل ہے آواز میری

اُڑ کر پہنچوں گے تم جس اُفق پر

ساتھ جائے گی پرواز میری

چاند تاروں کے اے رازدانو!

میرے نغمے تمہارے لیے ہیں

اے وطن کے سجیلے جوانو

اب اسٹیج کی سیٹنگ دوبارہ تبدیل کی گئی بیچ میں دو اسٹینڈر رکھے گئے ایک پر یونیفارم تھا اور ایک پر تصویر اوزیزاں تھی۔

ایک بچی ہاتھ میں بورڈ لے کر آئی جس پر لکھا تھا"چند سالوں بعد"اور پھر وہاں سے چلی گئی۔

دوسری طرف نوفل چلتا ہوا آرہا تھا۔فرجاد اور فروا نے اسے دیکھ کر ایک دوسرے کو دیکھا وہ کب سے اسکا انتظار کر رہے تھے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا آرہا تھا بیک گراؤنڈ میں بچے کی آواز ابھر رہی تھی۔

بابا میری آواز سنو نا، سنو نا

بابا میرے یہ الفاظ سنو نا، سنو نا!

کہاں گئے ہو اب آ بھی جائو!

بیٹھا کے کندھے پہ پھر گھمائو!

بابا میری آواز سنو نا!

وہ چلتا ہوا اسٹینڈ کے پاس آیا اسنے یونیفارم اٹھا کر پہنا کیپ اتار کر سر پر لگائی آگے اسٹینڈ پر جو تصویر تھی ٹیبلو میں اسکے بابا کی تھی اسے اسکے پاس جا کر سلیوٹ کرنا تھا اور پھر ہاتھ میں لینی تھی۔وہ فخریہ انداز میں چلتا بھی آیا اس تصویر کے قریب۔۔

"ہے پوچھتا کوئی بھی یہ مجھ سے

بڑا جو ہوں گا تو کیا بنوں گا

تو ان سے کہتا ہوں، سن لو بابا!

میں ہو بہو بابا سا بنوں گا،

بابا میرے یہ خواب سنو نا!"

لیکن نوفل نے ایک نظر سامنے بیٹھے حاضرین کی طرف دوڑائیں اسے اسکے بابا بیٹھے نظر آئے وہ تصویر کے بجائے اسٹیج کے کونے پر آیا اور سیدھا ہو کر سلیوٹ کیا اسکے چہرے تاثرات اسکے دل کا حال بیان کر رہے تھے ادھر فرجاد بھی فوراً کھڑا ہو گیا آنکھیں اسکی نم تھیں۔

اسٹیج کے پاس کھڑے بچوں نے جب دیکھا تو وہ سب بھی اسٹیج پر آ گئے وہاں ان سب

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے بابا بھی موجود تھے ان سب نے ایک ساتھ سلیوٹ کیا جو یہ پیغام بھی تھا کہ ہم تیار ہیں آپ کے بعد زمہ داریاں سنبھالنے کے لیے۔

وہاں بیٹھا ہر شخص نم ہوتی آنکھوں سے تالیاں بجا رہا تھا۔

اسٹیج ایک بار پھر خالی ہوا اب وہاں بیچ میں دو کرسیاں رکھ دی گئیں جن پر دو لڑکے آکر بیٹھے تھے جو اسکول کے نہیں تھے وہ پاکستانی بھی نہیں لگ رہے تھے۔

ایک کے ہاتھ میں گٹار تھا ایک کے ہاتھ میں مائیک۔۔گٹار کی دھیمی دھیمی آواز ہال میں گونج رہی تھی۔مائیک والے لڑکے نے علامہ اقبال کی فارسی نظم دھن کے ساتھ سر میں پڑھنا شروع کی۔۔

ماہی بچہ ئی شوخ بہ شاہین بچہ ئی گفت

این سلسلۂ موج کہ بینی ہمہ دریاست

(ایک شوخ سے مچھلی کے بچے نے شاہین کے بچے سے کہا

یہ سلسلۂ موج جو تو دیکھ رہا ہے، سب کا سب سمندر

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہے)

دارای نہنگان خروشندہ تراز میغ

در سینہ اُو دیدہ و نادیدہ بلاہاست

(اس میں ایسے مگرمچھ ہیں جو بادلوں سے زیادہ گھن گرج رکھتے ہیں

اس کے سینے میں بہت سی دیکھی اور ان دیکھی بلائیں ہیں)

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

با سیل گران سنگ زمین گیر و سبک خیز

با گوہر تابندہ و با لولوی لالاست

(اس میں ایسے سیلاب ہیں جو بھاری پتھر ساتھ لاتے ہیں، جو زمین پر پھیل جاتے ہیں

اور اس میں چمک دار گوہر اور موتی پائے جاتے ہیں)

بیرون نتوان رفت ز سیل ہمہ گیرش

بالای سرماست، تہ پاست، ہمہ جاست

(اس کے سیلِ ہمہ گیر سے نکلا نہیں جا سکتا

یہ ہمارے اوپر، نیچے، ہر جگہ موجود ہے)

ہر لحظہ جوان است و روان است و دوان است

از گردش ایام نہ افزون شد و نی کاست

(یہ ہر لحظہ جواں ہے، رواں ہے اور دواں ہے

گردش ایام سے نہ اس میں کمی ہوتی ہے نہ زیادتی)

ماہی بچہ را سوز سخن چہرہ برافروخت

شاہین بچہ خندید و ز ساحل بہ ہوا خاست

(مچھلی کے بچے نے اتنے جوش سے بات کی کہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا

شاہین کا بچہ مسکرایا اور اس نے ساحل سے ہوا میں اڑان بھری)

زد بانگ کہ شاہینم و کارم بہ زمین چیست

صحرا است کہ دریاست تہ بال و پر ماست

(اس نے ہوا سے آواز دی میں شاہین ہوں، میرا زمین سے کیا کام

صحرا ہو یا دریا، میرے بال و پر کے نیچے ہے)

بگذر ز سر آب و بہ پہنای ہوا ساز

این نکتہ نبیند مگر آن دیدہ کہ بیناست

(پانی سے نکل کر ہوا کی وسعت میں آ

اس نکتے کو وہی آنکھ دیکھ سکتی ہے جو بِینا ہو)

اس لڑکے کی آواز اور گٹار کی اس دھن نے سب کو اپنے سحر میں جکھڑ لیا تھا۔ حالانکہ فارسی کے وہ الفاظ زیادہ کسی کو سمجھ نہیں آرہے تھے لیکن اسکے پڑھنے کے انداز سے وہ کسی حد تک مفہوم سمجھ گئے تھے۔

اسکے بعد آرزو اور جزیل کو اسٹیج پر بلایا گیا۔

جزیل نے مائیک ہاتھ میں لیا آرزو ساتھ ہی ہاتھ دونوں آگے کیے سیدھی کھڑی تھی۔

''سب سے پہلے تو میں انتظامیہ اور آپ سب کا شکر گزار ہوں۔'' اس نے سب کو ایک نظر دیکھا۔

آپ سب کو دیکھ کر وہ جوش ولولہ نظر آیا جو ایک مضبوط قوم کے بچوں میں ہونا چاہیے۔ پاکستان بنانے میں طلباء کا ایک اہم کردار رہا تھا اور اسے ایک کامیاب مملکت کہلانے کے لیے بھی آپ سب کی ضرورت ہے۔ آخری نظم جو آپ نے ہماری نام کی میں آپ سب کے نام کرتا ہوں اس میں ایک پیارا پیغام چھپا ہے'' اسکے بولنے کا انداز ایسا تھا کہ سب دم سادھے اسے سن رہے تھے۔

"ماہین اور شاہین دو الگ فطرت سے تعلق رکھنے والے۔۔جب ماہین بچہ شاہین بچہ کو سمندر کی وسعت اسکی جواں رواں دواں رہنے کی صلاحیت کے بارے میں بتاتا ہے تو تھوڑی دیر کو لگتا ہے جیسے وہ اسکی باتوں سے متاثر ہو رہا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا وہ یہ نہیں بھولتا کہ اسکا پیشہ اوڑان ہے اسکی پہچان آسمان ہے۔

وہ صرف یہ ہی بات کہتا ہے کہ

صحرا است کہ دریا ست تہ بال وپر ماست

صحرا ہو یا دریا، میرے بال وپر کے نیچے ہے

جزیل تھوڑی دیر کے لیے رکا سب دلچسپی سے اسے سن رہے تھے۔آپ کے راستے میں بھی ایسا بہت کچھ آئے گا جس کی ظاہری رمق آپ کو آگے بڑھنے سے روکے گی وہ آپ کی کوئی عادت بھی ہو سکتی ہے۔آپ نے صرف یہ ہی بات بات ہے۔

صحرا است کہ دریا ست تہ بال وپر ماست

اسکی بات کے اختتام پر ہال تالیوں سے گونج گیا مائیک آرزو نے تھاما۔

"میں سر کے ایک ایک لفظ سے متفق ہوں۔اور میرا پیغام یہاں بیٹھی تمام لڑکیوں کے

لیے ہے کہ یہاں اس مقام پر اگر میں آسکتی ہوں تو آپ میں سے کوئی بھی آسکتا ہے۔

آپکے ملک کو آپ کی اس مٹی کو اسکی بیٹیوں کی ضرورت ہے۔اپنے خوابوں کے لیے

آپ نے خود ہی بولنا ہے۔

اگر میں اپنی بات کروں تو میرے گھر میں زیادہ تر سب نے میرے فائٹر پائلٹ بننے

کے لیے مخالفت کی تھی سوائے میرے پاپا اور میری کزن کے انہیں مجھ پر یقین تھا کہ

یہ میں کر سکتی ہوں۔"

اسکے دماغ میں جیسے وہ سب سکرین کی طرح چل رہا تھا۔وہ تھوڑی دیر کے توقف کے

بعد پھر بولی۔

"لیکن میں نے ان سب کی مخالفت کو اپنی کمزوری بننے نہیں دیا بلکہ اس بات کو اپنی

طاقت بنالیا کہ اپنے پاپا اور کزن کے خود پر یقین کو ٹوٹنے نہیں دینا۔۔

اور یقین جانیں اگر پوری دنیا بھی آپ کے خوابوں سے اختلاف ہی کیوں نہ کرے اگر

تو آپ حق پر ہیں تو وہ ذات آپ کو تنہا ہونے نہیں دے گی" اسنے اوپر کی طرف کرتے

ہوئے کہا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interview

**_-- **_-- **_-- **_--*

"کیسا محسوس کر رہے ہیں اب؟" وہ مریض سے پوچھتی نرس کو ضروری ھدایات دے کر کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔ آج اسکی ڈیوٹی ایمرجنسی وارڈ میں تھی اور مشی کسی اور وارڈ میں۔

اسنے مشی کو میسج کرنے کے لیے کوٹ سے موبائل نکالا ہی تھا کہ نرس نے آکر اسے کسی ایمرجنسی کیس کا بتایا تو وہ تقریباً بھاگتی ہوئی وہاں پہنچی۔

وہ ایک سال سے بھی چھوٹی بچی تھی۔اس کے ماں باپ ساتھ ہی تھے اس کی ماں نے اسے گود میں لیا ہوا تھا۔

چہرہ اس کا بلکل نیلا ہو رہا تھا اور آنکھیں اوپر چڑھی ہوئی تھیں۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" لبابہ نے اسے چیک کرتے ہوئے پوچھا۔

"پرسوں سے پہلے اسے بس موشن ہو رہے تھے میں نے پرسو یہاں ایک ڈاکٹر کو دکھایا انہوں نے دوائی دی میں ساری دوا وقت پر دے رہی تھی۔لیکن کل سے اس کی طبیعت

اس طرح بگڑتی گئی۔"اس عورت نے آنسوئوں کے بیچ بولتے ہوئے دوائوں کی پرچی لبابہ کی جانب بڑھائی۔

"ڈاکٹر کو بلاؤ وہ راؤنڈ پر ہی ہیں"ایک نظر پرچی پر ڈالتی وہ نرس سے مخاطب ہوئی۔

وہ بچی کو دیکھ ہی رہی تھی کہ ایک دم سے بچی کا سانس اکھڑا اور پھر وہ اگلا سانس نہیں لے سکی۔لبابہ کی شکل دیکھ کر اس کی ماں کو اندازہ ہو گیا تھا لیکن اس نے خوف سے اسے دیکھنے کے بجائے لبابہ کا ہاتھ پکڑ کر جھنجھوڑا"آپ آپ تو ڈاکٹر ہیں نا آپ تو بہت کچھ کر سکتی ہیں ایسے جانے نہیں دیے گا میری بیٹی کو"

وہ جو ساکت کھڑی تھی اس کے جھنجوڑنے پر ایک بار پھر بچی کو دیکھنے لگی اس نے بھیگی آنکھوں سے نفی میں سر ہلایا۔

نرس کے آتے ہی وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی پاس بنے کمرے میں چلی گئی جہاں اس کا سامان تھا۔مشی بار بار اسے فون کر رہی تھی لیکن اس وقت تو لبابہ کو کوئی خیال نہیں تھا۔

لبابہ پوری طرح سے خود پر قابو رکھنے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی۔وہ ایمرجنسی وارڈ

سے باہر نکلی اسے اوپر کی طرف جانا تھا مشی کے پاس لیکن سامنے کی بینچ پر اسے وہ ہی میاں بیوی بیٹھے نظر آئے مرد کی گود میں سفید کپڑے میں لپٹی بچی وہ ویران آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا اسکے کندھے پر عورت کا سر تھا جو ہوش میں نہیں لگ رہی تھی انکا شاید کوئی رشتیدار ہسپتال کی ضروری کروائی کرنے گیا ہوا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر لبابہ کو محسوس ہو رہا تھا جیسے اسکا دل پھٹ کر باہر آجائے گا وہ تیز تیز چلتی اوپر کے بجائے باہر چلی گئی۔ اسنے ڈرائیور کا انتظار بھی نہیں کیا اور ٹیکسی کرتی گھر جانب بڑھ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsane|Articles|Books|Poetry|Interviews

____**__**__**__**

"سب خیریت ہے آپ اس وقت؟ اور اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہیں؟" محتشم صاحب ابھی ابھی گھر میں داخل ہوئے تھے تب دانیہ بیگم نے انکے ہاتھ سے بیگ لیتے ہوئے پوچھا۔ انہوں نے کبھی اس سے پہلے انہیں اتنا پریشان نہیں دیکھا تھا۔

عریش بھی کچھ دیر قبل ہی پیپر دے کر آیا تھا اور ابھی انہیں سلام کرتا صوفے پر بیٹھا تھا۔

"سب باتیں بعد میں پہلے آپ دونوں یہ بتاؤ کہ موبائل اور فون جب وقت پہ استعمال نہیں کرنا تو اپنے پاس رکھا ہی کیوں ہے؟" انکے اس غضب اندوز انداز سے وہ پل بھر کے لیے سہم گئی تھیں کہ پھر سنبھل کر بولیں۔ "گھر کے فون کا تار شاید فاطمہ سے صفائی میں نکل گیا ہو گا میرا موبائل تو کمرے میں ہوتا ہے اور میں کچن میں"

انکے بولتے ہی محتشم صاحب نے غصیلی نگاہ سے عریش کو دیکھا۔ "پاپا میں تو ابھی پیپر دے کر آ رہا ہوں موبائل سائیلنٹ پر بیگ میں رکھا ہے" وہ جہان بھر کی معصومیت چہرے پر طاری کرتے ہوئے بولا تھا۔

"آپ میرا دل دہلا رہے ہیں بات کیا ہے؟" وہ واقعی پریشان ہو گئیں تھیں۔

محتشم صاحب ہاتھ سے اپنی بھویں دباتے دباتے صوفے پر بیٹھے۔ "میں تو فیلڈ وزٹ کے لیے جا رہا تھا جب مجھے ڈرائیور کی کال آئی کہ وہ لبابہ کو لینے گیا اور وہ نہیں ملی میں نے مشی کو کال کی اسنے بتایا کہ دونوں کو ملنا تھا لیکن وہ پہلے ہی چلی گئی میں نے یونیورسٹی ہسپتال سب جگہ کال کی کچھ نہیں پتا وہ فون بھی نہیں اٹھا رہی مجھے لگا وہ گھر آ گئی ہو گی آپ دونوں کو فون کیا لیکن آپ دونوں تو۔۔"

انہوں نے تلخی سے دونوں کو دیکھا "ابھی اندر آتے ہوئے گارڈ نے بتایا کہ وہ نہیں آئی

اب اگر تھوڑی دیر میں بھی وہ نہیں آئی تو میں خود ہسپتال جا کر پتا کرونگا۔"

دانیہ بیگم صوفے پر گر سی گئیں "میری بیٹی۔۔کہاں گئی ہو گی؟آج سے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا وہ تو مشی کے گھر بھی اجازت لے کر جاتی ہے" عریش فوراً اٹھ کر انہیں سنبھالنے آیا۔"اتنی بھی غیر ذمہ دار نہیں ہیں وہ آتی ہی ہو نگی"

تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ وہ دروازے سے آتی دکھائی دی تھکی تھکی نڈھال سی محتشم صاحب فوراً کھڑے ہو گئے۔۔

دانیہ بیگم فوراً اسکے قریب آئیں"میری جان میری بچی کہاں تھی؟بیٹا سب پریشان ہو گئے تھے" وہ اسکا چہرہ ہاتھ میں لیتی پوچھ رہی تھیں۔

لبابہ نے انکا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا"مما مجھے کچھ نہیں ہوا میں بالکل ٹھیک ہوں"

"موبائل کہاں ہے تمہارا؟" محتشم صاحب اسکے قریب آکر بولے تھے۔وہ اچنبا سے انہیں دیکھتی موبائل نکالنے لگی۔

"دیکھو اس میں کتنی مس کال ہیں میری۔۔دیکھو" ان کے اس طرح غصّے سے کہنے پر وہ کپکپا گئی تھی اسکے ہاتھ سے موبائل چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔دانیہ بیگم نے بھی اپنا دل

تھا ما آج سے پہلے انہوں نے اپنے شوہر کو اس طرح غصّہ کرتے نہیں دیکھا تھا وہ بھی لبابہ پر۔۔سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا وہ تو انہیں بھی اجازت نہیں دیتے تھے اسے کچھ کہنے کی۔

"تیس مس کال" اسنے لرزتی آواز میں کہا۔

"تو پھر؟ دوسرا انسان پاگل ہے جو آپ کو اتنی کال کر رہا ہے؟ اور آپ ایک میسج بھی نہیں کر پا رہیں یہ بتانے کے لیے تو میسج کر دیتی کہ ڈرائیور کے ساتھ کیوں نہیں آ رہی یا کیا ضروری کام ہے"

انکے غصّے میں کوئی کمی نہیں آئی تھی دانیہ بیگم نے انکی کونی تھامی "کوئی بات ہو گی نا اسی لیے نہیں بتا پائی آپ غصّہ کیوں"

انکی بات ادھوری ہی رہی لبابہ فوراً بولی "مما پاپا بالکل درست ہیں غلطی میری ہے آپ انہیں روکیں نہیں بولنے دیں" دونوں ہاتھ آگے کیے وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ آنسوں ٹپ ٹپ فرش پر گر رہے تھے۔

"تم اوپر جاؤ" ماں کے نرمی سے کہنے پر وہ فوراً زینے کی جانب بڑھی۔

"کیا ہو گیا آپ کو؟ وہ بچی نہیں رہی جو آپ ایسے ڈانٹ رہے تھے۔" دانیہ بیگم سمجھانے والے انداز میں بولیں۔

"وہ ہمیشہ میرے لیے بچی ہی رہے گی چاہے وہ کل کو کتنی ہی بڑی ڈاکٹر کیوں نہ بن جائے اس طرح کی غلطی پر ڈانٹ تب بھی پڑے گی" اس بار انکے لہجے میں غصّہ نہیں صرف فکر اور پیار تھا۔ دانیہ بیگم نے بھی بغور انکا چہرہ دیکھا تھا۔

جاتے جاتے لبابہ کے پاؤ جم سے گئے تھے نم آنکھوں سے وہ بھی مسکرا دی تھی۔

*--** --** --** --** --**

وہ ابھی ابھی کمرے میں آیا تھا جب اسکا موبائل بجا۔ وہ نام دیکھ کر مسکرا دیا۔

ایک ہاتھ سے جوتے اتارتے ہوئے اسنے دوسرے ہاتھ سے موبائل کان میں لگایا۔

"جی تو آج کیسے یاد آئی اپنے نکمے بھائی کی" یہ وہ لقب تھا جس سے جویریہ اسے اکثر ہی پکارتی تھی۔

وہ بھی مسکرائی "ایسا کونسا دن ہوتا ہے جس میں مجھے اپنے نکمے بھائی کی یاد نہیں آتی؟"

"جی بالکل اسی لیے ہمیشہ میں ہی کال کرتا ہوں۔۔" جزیل نے شکایتی انداز میں کہا۔

کچھ دیر کی بات چیت کے بعد جویریہ نے بتایا کہ بسمہ بیگم کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ جوتے کے تسمے کھولتا اسکا ہاتھ رکا ایک دم سیدھے ہوتے ہوئے اسنے بے چینی سے پوچھا۔

''کیا ہوا انہیں میں ہمیشہ بولتا ہوں میرے پاس آجائیں یہاں میں خیال رکھوں گا لیکن وہ مانتی ہی نہیں ہیں'' اسکی آواز میں بے بسی تھی۔

''کہتی تو میں بھی ہوں دانیہ چچی بھی ہیں لیکن وہ اپنے گھر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتیں وہ کہتی ہیں وہاں ہمارے بچپن کی اور پاپا کی یادیں ہیں''جویریہ کی آواز میں بھیگا پن تھا۔

''اچھا آپ فکر نہیں کریں میں چلا جاؤں گا ویک اینڈ بھی آرہا ہے'' جزیل دلاسہ دینے والے انداز میں بولا۔

''میں تو بس نکل ہی رہی تھی چلو اچھا ہے تم بھی آجاؤ مل کر انہیں زبردستی ہسپتال لے کر جائیں گے مکمل چیک اپ کے لیے'' وہ ہنس کر بولی تھی جزیل بھی کچھ مطمئن ہوا۔

*--** --** --** --** --**

کچھ دیر ہی ہوئی تھی جب عریش دروازہ کھٹکھٹاتا ہوا اسکے کمرے میں داخل ہوا وہ سیدھی ہو کر بیٹھی تو وہ بھی پاس میں بیٹھ گیا۔

"کھانے کا کہنے آیا ہوں" وہ رسانیت سے گویا ہوا۔

لبابہ اثبات میں ہلاتی اٹھنے لگی کہ عریش پھر بولا "بیٹھی رہیں۔۔ کیا بات ہے سب ٹھیک ہے؟"

لبابہ نے پھر ہاں میں سر ہلایا "سب ٹھیک ہے عریش۔۔"

اور ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ عریش کی کھوجتی نظروں سے اپنا دکھ چھپا پاتی۔

"جب میں پریشان ہوتا ہوں تو یاد ہے نا آپ کیا کہتی ہیں؟" لبابہ ٹک ٹکی باندھے اسے دیکھتی رہی۔

"آپ کہتی ہیں آہستہ آہستہ گہری سانس لو۔۔ اب یہ ہی عمل آپ کریں پر سکون ہو کر آہستہ آہستہ گہری سانس لیں۔۔" وہ گدازپن سے مخاطب ہوا۔

لبابہ ایسے ہی اسے دیکھتی رہی۔۔ "گہری سانس اندر لیں" وہ پھر بولا۔

وہ ایک دم سیدھی ہوئی اور گہری سانس اسنے اندر کھینچی اور پھر ایک دم سانس خارج کر

کے وہ رو دی۔۔

عریش نے اسے چپ نہیں کروایا بلکہ ایسے ہی رونے دیا کچھ دیر جب وہ دل کا غبار نکال چکی تب وہ پھر بولا۔''بتائیں کیا بات ہے؟''

''وہ اتنی چھوٹی سی بچی۔۔''اسنے ہاتھ کے اشارے سے بتایا''اسنے اسنے میرے ہاتھوں میں ہی دم توڑ دیا اسکی ماں اتنی توقع سے مجھے دیکھ رہی تھی کہ کچھ بھی ہو جائے میں بچا لونگی اسکی بچی کو اسکا باپ جس بے بسی سے اس بے سدھ بچی کو لے کر بیٹھا ہوا تھا میں نے دیکھا ہے۔میں نہیں بچا پائی اسے عریش میں نہیں بچا سکی پھر میرے ڈاکٹر بننے کا کیا فائدہ؟''وہ بلک بلک کر رو دی تھی۔

عریش کی آنکھیں بھی بھیگی ہوئی تھیں اسنے اپنی بہن کو ہمیشہ مضبوط دیکھا تھا آج پہلی بار وہ اس طرح روتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

''آپی اس بچی کی اتنی ہی زندگی ہو گی۔۔آپ کوشش ہی کر سکتی تھی آخری فیصلہ تو رب کرتا ہے اور بے شک وہ ہی بہتر ہوتا ہے۔آپ یہ کیوں سوچ رہی ہیں کہ ڈاکٹر بننے کا کیا فائدہ۔۔''لبابہ ہنوز نظریں جھکائے گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی آنسوں ٹپ ٹپ ہاتھوں پر گر رہے تھے۔

عریش کچھ دیر کے توقع کے بعد بولا۔۔

''آپ ہمیشہ مجھ سے کہتی ہیں نا کہ منفی سوچیں جب بھی پریشان کریں ان پر مثبت سوچو کو حاوی کر دو۔۔آپ بھی یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ کل کو آپ نے بہت سے لوگوں کی زندگیاں بچانی ہیں ہو سکتا اسی طرح کسی اور ماں باپ کے لخت دل کی شفا آپ کے ہاتھوں میں لکھی ہو''

اس کی بات پر لبابہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اپنے آنسوں صاف کیے۔

''یہ بات ہوئی نا'' وہ بھی مسکرایا۔

''تمہارا پیپر کیسا ہوا ہے ؟'' وہ آنسوں صاف کرتے کرتے پوچھ رہی تھی۔

''ہٹلر نے تیاری کروائی ہے۔کیسا ہو سکتا ہے پیپر ؟'' وہ ہنس کر بولا تھا۔

فاطمہ دروازہ کھٹکھٹاتی اندر آئی ''وہ جی لبابہ باجی کوئی نیچے آیا ہے بڑے صاحب آپ کو فوراً بولا رہے ہیں''

''کون ہو سکتا ہے ؟'' لبابہ کو فکر ہوئی عریش نے کندے اچکائے۔۔۔

وہ نیچے آئی تو انہیں دیکھ کر حیران رہ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''آپ یہاں کیسے ؟سب خیریت ہے ناں ؟''اسکی نظروں کے سامنے سی سی یو میں لیتا وہ بے سدھ وجود آیا۔

''بیٹا ہم ہسپتال گئے تھے مشی سے پتا چلا کہ تم گھر جا چکی ہو بس اسی سے پوچھ کر یہاں آئے ہیں''وہ عورت خوش گواری سے بولی تھی۔

''لبابہ بیٹا یہ بتا رہے ہیں کہ انکے بیٹے کے دل کا آپریشن ہوا ہے تم نے اور مشی نے انہیں راضی کیا تھا آپریشن کروانے کے لیے ورنہ یہ ڈر رہے تھے''محتشم صاحب اسے پاس بٹھاتے ہوئے پیار سے بول رہے تھے ابھی تھوڑی دیر پہلے کا غصّہ تو لگتا تھا کہیں غائب ہی ہو گیا ہو۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''بیٹا ہم آپ کا شکر ادا کرنے آئے ہیں آپ دونوں نہ ہوتی تو ہم یہ قدم نہیں اٹھا پاتے اب اسے ہوش آ گیا ہے بالکل ٹھیک سے باتیں بھی کر رہا ہے ڈاکٹر نے اسے جنرل وارڈ میں شفٹ کر دیا ہے''خوشی انکے چہرے سے ہی جھلک رہی تھی۔

وہ چلے گئے تو عریش اسکے پاس آ کر بیٹھا I am so proud of you''مجھے آپ پر فخر ہے۔''

محتشم صاحب بھی مسکرائے me too"مجھے بھی"

"شکریہ آپ دونوں کا" انکے اس طرح کہنے پر وہ ہنس دی اور پھر جیسے کچھ یاد آنے پر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" کھانے کی ٹیبل پر چیزیں رکھتی ہوئی دانیہ بیگم فوراً بولیں۔

"ضروری کام ہے بس ابھی آئی" اسے یاد آیا تھا آج اس بچی کی دواؤں میں اس نے کوئی چیز ایسی دیکھی تھی اسی لیے اس کی تصویر لے لی تھی ابھی اسے وہ دیکھنا تھا۔

*__*__*___*__*__*

وہ ایک کشادہ کمرہ تھا بیچ میں گول میز تھی۔ جس کے اطراف وہ سب بیٹھے تھے۔ آج بیس کمانڈر کے ساتھ اور افسران کی میٹنگ تھی۔

"یہ وہ ڈاکومنٹز ہیں جس کے لیے ہمارے دشمن کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں" انہوں نے اپنی بارعب آواز میں سامنے لگے پروجیکٹر پر اشارہ کیا جہاں کچھ ڈاکومنٹ کی تصویریں تھیں۔

"جی سر ہم تیار ہیں انکی کسی بھی حرکت کا جواب دینے کے لیے اسکی علاوہ میری بات

ہوئی تھی ہماری ایجنسیز بھی الرٹ ہیں سر''ونگ کمانڈر اپنا پین ہاتھ میں لیتے ہوئے بولے تھے۔

بس یہ باتیں اسی کمرے میں رہنی چاہیے جب ونگ کمانڈر فرجاد حنیف اور اسکواڈرن لیڈر جزیل فرزندی ویک اینڈ کے بعد یہاں آجائیں تو ان سے بھی اس حوالے سے میٹنگ کر لیے گا''وہ بولتے واپس فائل دیکھنے میں مصروف ہو گئے۔

*__** __** __** __** __** __**

شام کا وقت تھا جب وہ صحن میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔

وہ منڈیر پر رکھے پودوں میں سے ایک کے پاس رکی اور اس کے پتے توڑتے اسکے دماغ میں بہت سے سوال گردش کر رہے تھے اسے لگا تھا ظفر کا فون ضرور آئے گا ظاہر ہے کوئی بھی یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ اسکی منگیتر کسی سے لفٹ لے کر گھر جائے۔

زمل نے یہ ہی سوچا تھا کہ جب وہ اس سے پوچھے گا تو وہ سب کلیئر بتا دے گی اور ساتھ اس لڑکی کے بارے میں بھی پوچھ لے گی۔

لیکن ایسا کچھ ہوا نہیں تھا ظفر کی کال تو کیا ایک میسج بھی نہیں آیا تھا۔اس نے بہت دیر

سوچنے کے بعد ہاتھ میں لیے موبائل پر نمبر ڈائل کیا جو دوسری بیل پر اٹھالیا گیا۔

''مصروف تو نہیں تھے؟'' وہ فکر مندی سے پوچھ رہی تھی۔

''نہیں۔۔کسی کام سے فون کیا ہے؟''اس کا اندازہ لیادیا ساتھا۔

''آپ نے پوچھا ہی نہیں مجھ سے کہ میں خیریت سے گھر پہنچ گئی تھی یا نہیں'' وہ ہاتھ میں لیے سوکھے پتے کو مسلتے ہوئے بول رہی تھی۔

''ظاہر ہے خیریت سے ہی پہنچنا تھا اتنی بڑی گاڑی اور اتنا امیر کبیر شخص جو ساتھ تھا'' زمل محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اسکے انداز میں طنز ہے یا زمل کے لیے فکر۔۔

وہ اپنی صفائی میں کچھ بولتی کہ وہ پھر بولا ''خیر جاب میں آگے بڑھنے کے لیے بوس وغیرہ سے مراسم تو بڑھانے پڑتے ہی ہیں یہ تو عام بات ہے اور ایسی کوئی برائی بھی نہیں'' اسکے بے لچک انداز سے زمل کو دھچکا لگا اسنے فون فوراً بند کیا اور منڈیر پر ہاتھ رکھے گہرے گہرے سانس لیتی خود کو نارمل کرتی رہی۔

ظفر نے ایک نظر فون کو دیکھ کر سر جھٹکتا اسے کسی اور کی کال آرہی تھی اسنے فوراً

اٹھائی۔

"کہاں مصروف تھے؟" چہکتی ہوئی نسوانی آواز ابھری۔

"کہیں نہیں زمل کا فون تھا" اسکے لہجے میں زمل کے لیے بیزاریت واضح تھی۔

"اوہو اس کا فون؟ خیر تو ہے ناں؟" اس لڑکی کے لہجے میں بھی زمل کا نام سن کر چبھن سی آگئی تھی۔

کچھ خاص نہیں بس ایسے ہی اچھا ہائے چھوڑو اسے ظفر کی بات اس لڑکی نے فوراً کاٹ دی تھی "ہاں ہاں چھوڑو اسے تم یہ بتاؤ کہ ہمارے بارے میں گھر پر کب بات کرو گے"

"تم جانتی تو ہو زمل ابو کی بھانجی ہے وہ اتنی آرام سے راضی نہیں ہوں گے" اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا تھا۔

"اور میرے ابو جو انتظار میں ہیں کہ ہماری شادی ہو تو وہ ہمیں کاروبار سیٹ کر کے دیں؟" وہ چڑھ کر بولی تھی۔

ظفر کچھ بولتا کہ اس سے پہلے وہ فوراً بولی۔ "اور ویسے بھی کیا اب بھی تمہارے ابو نہیں

مانیں گے؟ کچھ تو ہوش کے ناخن لو تم نے صبح ہی اس کو اس کے بوس کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا ہے" اس نے جیسے یاد دلاتے ہوئے بولا۔

"ہاں لیکن وہ تو صرف لفٹ لے رہی تھی۔" ظفر نے جیسے اس صفائی دی۔

ایک تو تم کتنے بے وقوف ہو اس نے کہا اور تم نے مان لیا؟ ویسے تو وہ کبھی تمہیں بھولے سے بھی فون نہیں کرتی اور آج اس نے اپنی صفائی دینے کے لیے تمہیں فون کیا؟"

اس کی بات پر ظفر کچھ بولتا ہی کہ وہ پھر بولی۔

"اور ویسے بھی تم اس موقع کو ضائع نہیں کرو جا کر بتاؤ اپنے ابو کو کہ ان کی پیاری بھانجی کیا کر رہی ہے۔" اور یہ وہ بات تھی جو ظفر کو بھی سمجھ آئی تھی۔

*__** ___** _

جزیل اور جویریہ لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے ساتھ حسن جزیل کی گود میں بیٹھا لاڈ اٹھوا رہا تھا۔ جزیل صبح ہی آگیا تھا اور پھر دونوں بہن بھائی کی ضد کے آگے بسمہ بیگم کو ہتیار ڈالنے پڑے اور وہ چیک اپ کے لیے تیار ہوئیں تب بھی وہ یہ ہی کہے جا رہی تھیں کہ "میں ٹھیک ہوں تم لوگ بلاوجہ پریشان ہو رہے ہو۔"

ڈاکٹر کے مطابق بھی سب ٹھیک تھا صرف شوگر تھوڑی لو تھی۔ پھر بھی انہوں نے ضروری ٹیسٹ لکھ کر دے دیے تھے۔

گھر آ کر وہ یہ جملہ کتنی ہی بار دوہرا چکی تھیں کہ ''دیکھا میں کہہ رہی تھی نا کہ بالکل ٹھیک ہوں''

ابھی بھی وہ ملازمہ کے سر پر کھڑے ہو کر اس سے ان دونوں کے پسندیدہ کھانے بنوا رہی تھیں۔ جویریہ کچن میں گئی تھی کہ بسمہ کو بیٹھا کر خود کروائے سب لیکن انہوں نے اسکا ہاتھ پکڑ کر باقاعدہ باہر نکالا تھا اب انکا کچن تھا حکم رانی بھی انکی تھی۔

''دانیہ کا فون آیا تھا'' وہ لاؤنج میں آتی بتا رہی تھیں۔

''اسکو پتا چلا کہ تم دونوں آئے ہوئے ہو تو وہ آج کھانے پر بلا رہی ہے'' وہ دوپٹے سے پسینہ خشک کرتی بول رہی تھیں جزیل نے فوراً پانی کا گلاس بڑھایا تھا انکی طرف۔

''لیکن کھانا تو گھر میں بن رہا ہے'' جویریہ فوراً بولی۔

''میں نے بھی کہا تو دانیہ نے کہا کہ وہ آپ کل کے لیے فریز کر دیں''۔

''تو آپ مان گئیں؟ واہ بھئی ہماری تو آپ ایک نہیں مانتی'' اسے ابھی تک اپنے کچن سے

نکالے جانے کا غصّہ تھا۔

''ہاں ماننی پڑتی ہے سمجھا کرو'' وہ جزیل کو دیکھتی ہوئی شرارت سے بولی تھیں۔

''اس بات کا کیا مطلب''جویریہ نے حیرت سے دیکھا۔اور جزیل نے ماں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں چپ رہنے کہا۔

''بیٹا جی آج ہمّت نہیں کی توکل کو یہ فون آئے گا کہ لبابہ کی بات پکی کر دی ہے آ جائیں آپ سب دعوت میں'' وہ بہت کڑوے انداز میں بولیں تھیں۔

جزیل ایک دم بولا ''ایسا نہیں ہو سکتا''۔

بسمہ اسکے بے ساختہ پن پر مسکرا دیں۔''ہاں تو کچھ کرو نا۔۔یا پھر مجھے اجازت دیدو ۔''

جویریہ جو ماں بیٹے کی گفتگو کا مفہوم سمجھ رہی تھی یکدم کھڑی ہوئی۔۔''ایک منٹ اسکا مطلب یہ ہوا کہ جزیل لبابہ سے''۔۔کہتے کہتے اسنے جزیل کو گھور کر دیکھا۔۔جزیل نظریں چرا گیا۔''اور میں پاگلوں کی طرح اس نالائنک کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی ہوں۔۔ماں آپ نے بھی نہیں بتایا''؟اب وہ بسمہ کی طرف متوجہ ہوئی۔۔

''مجھ سے کچھ مت کہو مجھے تو لبابہ شروع ہی سے پسند ہے باقی بتانے کی بات ہے تو

تمہارے بھائی نے ہی منع کیا تھا۔‘‘بسمہ کے کہنے پر جزیل مدد طلب نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

جویریہ کو اسکی شکل دیکھ کر ہنسی بھی آرہی تھی۔’’ویسے ہے تو میری کزن لاکھوں میں ایک پہلے کیوں خیال نہیں آیا مجھے۔؟ خیر آج جارہے ہیں نا بس اب اس سے ہاں میں جواب لے کر ہی آنا ورنہ گھر میں داخل ہونے نہیں دونگی‘‘۔

وہ آستینیں چڑھاتی مصنوئی خفگی سے بول رہی تھی کہ جزیل کی بے بس شکل دیکھ کر ایک دم مسکرادی اور جزیل نے بھی مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔’’ہاں بھئی آپ اور آپ کی لاکھوں میں ایک کھڑوس کزن‘‘

----*--*

وہ ابھی ابھی آفس سے آئی تھی اسے صحن میں ہی ڈرائنگ روم سے مسلسل باتوں کی تیز آوازیں آرہی تھیں ۔

ماموں مامی آئے ہیں کیا؟ وہ وہیں کھڑی حریم سے مخاطب ہوئی اور حریم بس سر ہلا کر رہ گئی۔

وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ ایک صوفے پر بیٹھے ماموں مامی خاصے غصّے میں لگ رہے تھے اور دوسرے صوفے پر اس کی امی بیٹھی تھیں آنکھیں انکی بھیگی ہوئی تھیں۔

وہ سلام کرتی اپنی امی کے پاس بیٹھ گئی۔ ""آگئی تمہاری لاڈلی اب پوچھو اس سے"" ماموں نے تیز لہجے میں کہا زمل ان کی شکل دیکھتی رہ گئی۔

""بھائی میں نے آپ سے کہا تو ہے اس نے مجھے اسی وقت فون کر کے بتا دیا تھا کہ بس کی ہڑتال ہے افس ڈرائیور اسے چھوڑ دے گا۔ زمل ضرورت کے لیے گھر سے باہر ضرور جاتی ہے لیکن میرے علم میں ہر بات ہوتی ہے"" ان کے لہجے میں بھیگا پن تھا زمل نے ان کا ہاتھ تھاما۔

""ہونہ ڈرائیور یا بوس؟ مجھے ظفر نے سب بتا دیا ہے اور آخر زمل نے بھی بتا ہی دیا کہ اس میں اپنے باپ کا خون ہی ہے جیسا باپ تھا جسے عزت کی رشتوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی ویسی ہی بیٹی ہے۔"" انکا لہجہ چھلنی کر دینے والا تھا۔

زمل فوراً جگہ سے کھڑی ہوئی۔ ""ماموں جان آپ ہمارے سرپرست ہیں آپ ہی ہمارے بارے میں اس طرح باتیں کریں گے تو ہم کسی اور سے کیا امید کریں؟ آپ

میرے بڑے ہیں میں آپ کو کچھ نہیں کہوں گی لیکن ظفر۔۔اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کس کے ساتھ تھا؟اور نہ ہی یہ کہ اسنے مجھ سے کیا کہا تھا؟اسنے کہا کہ بوس سے مراسم بڑھانا تو عام بات ہے اور اس میں کوئی برائی بھی نہیں۔۔اس طرح کوئی اپنی کزن اپنی منگیتر کو کہتا ہے؟'' وہ بول کر وہاں سے چلی گئی۔

''بھائی صاحب اگر آپ اس رشتے سے انکار کرنے آئے تھے تو یہ سب سن کر میں خود ہی اس رشتے سے انکار کرتی ہو میں اپنی بیٹی کی شادی کبھی ایسے شخص سے نہیں کر سکتی'' وہ اپنے آنسو پوچھتے ہوئے بولی تھیں۔

ماموں مامی ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے۔''یہ اچھا طریقہ ہے اپنی بیٹیوں کے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کا'' مامی ایک بار پھر ان کا دل جلاتی وہاں سے چلی گئی۔

وہ اپنے کمرے میں فرش پر گھٹنوں میں منہ دیے بیٹھی تھی جب پلوشہ اس کے پاس آئی۔''آپی پلیز ایسے شخص کے لیے آنسو بہانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔میں تو ہمیشہ ہی سے آپ سے بولتی تھی کہ وہ اس قابل نہیں ہیں لیکن آپ میری کب سنتی تھیں؟''

اسنے اپنی سرخ متورم آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔''ابھی جاؤ یہاں سے مجھے کوئی بات نہیں کرنی''

وہ باہر نکلی ہی تھی کہ اسے ہادی نظر آیا۔ ''میرے لیے کھانا گرم کردو'' وہ آرڈر دیتا آگے جارہا تھا کہ اس کی شکل دیکھ کر رکا۔ ''یہ تم سب کے چہرے کیوں اترے ہوئے ہیں؟ یہ تو مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ ایک دن ہونا ہے مجھے تو ویسے ہی آپی کا جاب کرنا پسند نہیں ہے''

پلوشہ نے بے بسی سے اپنے بھائی کو دیکھا۔ آپ بھی اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں''؟ وہ طنزیہ ہنسی ''خیر اس طرح کی باتیں تو آپ تب کرتے ہوئے اچھے لگیں گے جب آپ کے دم سے یہ گھر چلے گا۔ ابھی اس گھر کو وہ چلا رہی ہیں تو آپ کو یہ باتیں شوبھا نہیں دیتیں۔ خیر میں جارہی ہوں کھانا گرم کرنے'' وہ بولتی وہاں سے چلی گئی وہ بس دیکھتا رہ گیا۔

کچھ دیر میں اس کی امی اس کے پاس آکر بیٹھیں اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ اپنی امی کے کندھے سے سر ٹکا کر زار و قطار رو دی۔۔

''مجھے معاف کردیں امی میری وجہ سے آپ کو ماموں نے اتنی باتیں سنادیں۔ میں خود ان سے بات کروں گی معافی مانگوں گی یہ جاب چھوڑ دونگی لیکن اس رشتے کو ختم ہونے نہیں دوں گی۔ بچپن سے صرف ایک انہی کو تو دیکھا ہے جن سے آپ دکھ سکھ بانٹ لیا

کرتی تھیں۔ میں نہیں چاہوں گی کہ وہ میری وجہ سے آپ سے ناراض ہوں" بولتے بولتے اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

"شش چپ ہو پہلے "انہوں نے اسے خود سے الگ کر کے سیدھا بٹھایا۔" آج سے پہلے میں بھائی کی ہر صحیح غلط بات مانتی آئی ہوں لیکن آج انہوں نے میری بیٹی کے بارے میں بات کی ہے جو میں نہیں سن سکتی" زمل انکی شکل دیکھتی رہی۔

"امی آپ کو تو مجھ پر بھروسہ ہے ناں؟" انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔۔

"مجھے کبھی تم سے کوئی شکایت نہیں ہوئی میری بچی اور ویسے بھی جو رشتے بننے سے پہلے ہی تکلیف دیں انہیں ادھورا چھوڑ دینا ہی بہتر ہے باقی جہاں تک بات میرے اور بھائی صاحب کے تعلق کی تو یہ خون کے رشتے اتنی آسانی سے نہیں چھوٹتے میں منالو نگی انہیں۔" انہوں نے اسکا چہرہ تھپ تھپایا" میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں میں جانتی ہوں میری بیٹی کوئی غلط فیصلہ کبھی نہیں کرے گی"

وہ مسکرا کر بولتی اٹھ رہی تھیں جب زمل نے آواز دی۔

"امی ایک اجازت لینی ہے" وہ آنسوں پوچھتی مخاطب ہوئی۔

''میری ٹیم پاکستان کے دیگر شہروں میں جارہی ہے۔ایگزیبیشن کے کام سے میرا بھی نام لسٹ میں ہے کیوں کہ ساری چیزیں میں ہی سنبھال رہی ہوں'' اسکی بات پر اسکی امی نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے چلی گئیں۔

اسنے موبائل اٹھا کر ای میل ٹائپ کی جس میں اسنے بجٹ بنایا ہوا تھا اس میں اسنے ترمیم کر کے ایک شخص کا بجٹ اور ڈالا اور میل سینڈ کر دی۔

--- ---** ---** ---** ---** ---*

وہ بتائے ہوئے وقت سے پہلے گھر آگیا تھا اور اب دبے پاؤں سیڑیاں چلتا اوپر جارہا تھا۔ زینے کے ایک طرف کچن تھا ولی نے جھانک کر دیکھا رومیسہ وہاں نہیں تھی وہ آہستہ آہستہ چلتا دوسری طرف گیا وہ بیڈروم میں بیڈ کی طرف منہ کیے ہاتھ میں لی فائل پر کچھ پڑھ رہی تھی۔

ولی چپکے سے اسکے پیچھے گیا اسنے رومیسہ کا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ وہ انتہائی چونک کر پلٹی تھی۔

ساتھ ہاتھ میں لی فائل نیچے گر گئی تھی اسکے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا دوسرا جارہا تھا۔

''کیا ہو گیا اتنی ڈر گئی؟'' ولی نے اسکی پسینے سے شرابور پیشانی دیکھی۔

''آپ ایک دم آگئے میں توڈر ہی گئی تھی۔'' وہ بول کر اپنی فائل اٹھانے لگی کہ ولی نے روکا۔

''میں اٹھا رہا ہوں'' وہ بول کر جھکا رومیسہ بھی اسکے ہاتھ سے وہ فائل لینے کے لیے فوراً نیچے بیٹھی۔ لیکن وہ اتنی دیر میں فائل کھول چکا تھا۔

--- ---** ---** ---** ---*

رات کی سیاہی اپنے جوبن پر تھی۔ آج چاند بھی دھیما دھیما تھا۔

ایسے میں محتشم ہاؤس میں دیکھو تو وہاں کھانے کے بعد اب چائے کا دور چل رہا تھا۔ لبابہ ٹرولی میں رکھے چائے کے کپ سب کو پکڑا رہی تھی۔ فروزی گھٹنوں تک کی فراک میں ملبوس اسنے فروزی اور سرمئی شیفون کا دوپٹہ سر سے لیا ہوا تھا۔ بسمہ بیگم نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھایا۔

''بیٹھ جاؤ بیٹھا سب چائے لیلیں گے۔۔اور یہ تم اتنی کمزور کیوں ہو رہی ہو اپنے کھانے پینے کا خیال نہیں رکھتی؟'' وہ بہت اپنائیت سے اسے دیکھتی بول رہی تھیں۔

''ہاں نا بھابی آپ سمجھائیں اسے میری تو سنتی نہیں ہے'' دانیہ بیگم بھی فوراً شکایتی انداز

میں بولیں۔

پاس بیٹھی جویریہ بھی پڑھائی کے متعلق سوال جواب کرنے لگی اور ساتھ وہ آنکھوں میں سامنے بیٹھے جزیل کو بھی کچھ کہہ رہی تھی جو محتشم صاحب کے ساتھ بیٹھا سیاست کے حوالے سے گوفتگو کرنے میں مصروف تھا۔

لیکن جویریہ کے یہ اشارے لبابہ اور عریش کی نظروں سے چھپے نہیں رہے۔

''چلیں جزیل بھائی ٹینس کا ایک میچ ہو جائے'' کچھ دیر میں عریش جزیل سے مخاطب ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''ضرور کیوں نہیں'' جزیل اپنا کپ واپس رکھتے ہوئے بولا۔

وہ دونوں لان میں ٹینس کھیل رہے تھے جب عریش ہچکچاتے ہوئے مخاطب ہوا۔

''مجھے ایسا کیوں لگتا ہے کہ آپ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں؟''

''اور تمھیں ایسا کیوں لگتا ہے'' جزیل نے شوٹ مارتے ہوئے بولا۔

''کیوں کہ میں وہ سوال آپ کی آنکھوں میں دیکھ سکتا ہوں'' عریش نے شٹل ہاتھ میں ہی پکڑ لی۔

جزیل نے اسکے قریب آکر اسکے کان پکڑیں "بہت زیادہ تیز نہیں ہو گئے یہ کان اور آنکھیں"۔

عریش نے اپنے کان سہلائے "میں تو آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں آپ میرے ہی کان پکڑ رہے ہیں"

"کیسی مدد؟" جزیل نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔نیوی بلو جینس کی پینٹ پر سفید شرٹ میں وہ ہمیشہ کی طرح جاذب نظر لگ رہا تھا۔

"کچھ بتانا بلکہ دکھانا ہے بس دعا کریے گا ہٹلر اپنے کمرے میں نا ہوں" اسکے شرارت سے کہنے پر جزیل نے اسے گھورا تھا۔

وہ اندر آئے تو لبابہ وہاں موجود نہیں تھی۔"لگتا ہے آج آپکا کام نہیں ہو سکتا" عریش نے سرگوشی کی پھر وہ بن کر دانیہ بیگم سے مخاطب ہوا "مما آپی نظر نہیں آ رہیں"

"ہاں اسٹڈی روم گئی ہے جویریہ کے لیے کوئی کتاب لانے" وہ کہتی واپس بسمہ بیگم سے باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

عریش دبے پاؤں لبابہ کے کمرے میں گیا اور اسکی ڈائری کا ایک صفحہ کھول کر جزیل کو

دیا۔

وہ اسٹڈی میں کھڑی شیلف پر سے کوئی کتاب ڈھونڈ رہی تھی۔تب جزیل کے کھنکھارنے کی آواز سے وہ بالکل جامد ہوئی۔

لیکن اس وقت اس میں پلٹنے کی ہمت بھی نہیں تھی کہ جزیل پھر کھنکھارا''تم جو خفا ہو کہ میں''

وہ جزیل کے ان لفظوں پر بت ہی بن گئی تھی۔ہاتھ میں لی کتاب ایک دم چھوٹ گئی۔ خاموشی میں وہ آواز گونج گئی تھی۔اس کا دل عجیب طرح دھڑک رہا تھا یہ تو یہ تو اسکی نظم کے وہ الفاظ تھے جو اسنے جزیل کے اس دن کے جواب میں لکھے تھے یہ اسے کیسے۔۔؟نہیں یہ اس لیے نہیں لکھے گئے تھے کہ انہیں اسکے علاوہ کوئی اور پڑھے۔

وہ بے ساختہ پلٹی تھی۔اسکے عین سامنے جزیل اسکی ڈائری ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔اور تھوڑی ہی فاصلے پر عریش تھا اسکے دیکھتے ہی اسنے دونوں ہاتھوں سے کان پکڑے لب ہلا کر سوری بولا اور بھاگ گیا۔

وہ اسکے پیچھے جاتی لیکن جزیل اب گیٹ پر کھڑا تھا۔لبابہ نے اپنا رخ واپس شیلف کی

طرف کر لیا۔

جزیل پھر کنکھار بھر کر پڑھنا شروع ہوا

تم جو خفا ہو کہ میں اظہار نہیں کرتی

تمھیں کیا بتاؤں میرے نفس پرور

تمھیں جو دیکھ لیں کبھی روبرو

تو پھر میری دھڑکنیں بھی بے ترتیب دھڑکتی ہیں

ایسے کہ مجھ سے پھر یہ وفا نہیں کرتیں

تم خود دیکھ لو ان آنکھوں میں کبھی

جب یہ تمہارے لیے اشک جگر سوز ہوتی ہیں

تو پھر میری بھی یہ پرواہ نہیں کرتیں

مگر آئے میرے چارہ گر، میرے دل کی آرزوئیں

تم تک پہنچے اس کی اجازت میری شرم و حیا نہیں دیتی

اور ہاں میں نہیں بھول سکتی اپنے ان قوائد و شرعیہ کو کبھی

کہ نہیں ہو تم میرے محرم رشتوں میں ابھی

اس لیے ان آنکھوں اور دھڑکنوں کو

اس سے زیادہ کی اجازت بھی میں نہیں دیتی

میرا قطعی مختار میرا رب العلا ہے

کہ مختار کل کا اختیار کسی اور بشر کو کیا میں خود کو بھی نہیں دیتی

NEW ERA MAGAZINE .com

وہ چپ ہوا تو دونوں کے بیچ بس خاموشی رہ گئی لبابہ کو شدید غصّہ تھا عریش پر کہ اسنے اسکی ڈائری بغیر پوچھے چھوئی بھی کیسے اور اوپر سے جزیل کو دیدی۔اسے جزیل پر بھی غصّہ آرہا تھا اس نے لی کیسے۔۔

لیکن اس کے اس طرح پڑھنے پر لبابہ کے غصّے کی جگہ اب فکر نے لے لی تھی کہ کس طرح اسکا سامنا کرے گی آخر کار وہ کھنکھار بھر کر مخاطب ہوئی۔۔

"یہ آپ کے لیے نہیں ہے اور جس کے لیے ہے اسے میرے اظہار کی ضرورت نہیں ہے اور نا ہی میرے اقرار کی پرواہ ہے"

جزیل مسکراتے مسکراتے یکدم سنجیدہ ہوا یہ تو اسے پڑھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ نظم اُس دن کی بات کے جواب میں لکھی گئی ہے مگر جب اُس نے ہی کہہ دیا کہ آپ کے لیے نہیں ہے تو وہ کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہتا تھا۔

''ہو نہ لفظوں کو گھوما کیوں رہی ہیں آپ۔۔۔صاف کہہ دیں آپ کی میری زندگی میں کوئی جگہ نہیں جائیں کہیں جا مریں'' وہ رنجیدہ ہوا۔

وہ بے ساختہ پلٹی تھی ''اللہ نہ کرے'' وہ کچھ فاصلے پر ہی تھا اسکی کولون کی خوشبو وہ محسوس کر سکتی تھی۔

نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس پر سب عیاں کر گئی تھی۔ جزیل مسکراہٹ دبا کر بولنے لگا۔

''تو پھر مجھے دیکھ کر اسکا نام ہی بتا دیں''

لبابہ نے اپنی سرمئی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔''وہ اتنا خاص ہے کہ میں یوں اسکا نام بھی نہیں لے سکتی''لبابہ نے سنجیدگی سے کہا اور پھر مسکرا کر اسکے پاس سے گزرنے لگی کہ اسکی آواز پر رکی۔

''یہ تو بتاتی جائیں کہ اس مسکراہٹ کا مطلب میں کیا لوں؟'' وہ مڑے بغیر بول رہا تھا

انداز اسکا شرارت سے لب ریز تھا۔

لبابہ کو لگا تھوڑا اظہار تو اب بنتا ہے وہ بھی بغیر مڑے ہی بولی "وہ ہی جو صدیوں پرانی کہاوت ہے لیکن آج بھی بااثر ہے" وہ رکی نہیں بول کر فوراً باہر گئی۔

جزیل زیرِلب بولا "ہنسی تو پھنسی" اور ہاتھ کو یس میں کیا۔

*__** __** __** __** __**

جاری ہے

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین